امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 63/73 — مورخہ ۱۷ر صفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۴ر ستمبر ۲۰۲۳ء روز سوموار — شمارہ نمبر:33

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، حکایات اہل دل
- بغض وحسد، بچے قدرت کا بہترین عطیہ
- تواضع اور انکساری اختیار کیجئے
- رشتوں کو باندھے رکھنا خواتین......
- سیکولر پارٹیوں کے لئے چیلنج......
- معاشرہ میں فکری اصلاح کی ضرورت
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

مؤمن کامل کے اوصاف-قرآن کریم کی روشنی میں

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ہرانسان کامیابی کا خواہش مند ہوتا ہے اور یہ خواہش اس کے اندر فطری ہے، اس کی تکمیل کے دنیا بھر کے اہل خرد نئے نئے فامولے پیش کرتے ہیں، بازار میں اس عنوان پر ہندو بیرون ہند کے مصنفین کی بہت ساری کتابیں موجود ہیں او ردعویٰ کیا جاتا ہے کہ اگر ان فارمولوں پر عمل کیا جائے تو کامیابی آپ کا مقدر ہے، جیت آپ کی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے کامیاب انسانوں کے اوصاف کا ذکر کیا ہے۔ اور اسے فلاح سے تعبیر کیا ہے، فلاح کے معنی ہر مراد کا پورا ہونا اور ہر تکلیف سے محفوظ رہنے کے آتے ہیں، نماز کے لیے اذان کا معاملہ ہو یا اقامت کا مؤذن فلاح کی طرف ہی لوگوں کو بلاتا ہے، لیکن آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ فلاح کے جو حقیقی معنی ہیں اس کا حصول انسانوں کے لیے اس دنیا میں پورے طور پر ممکن نہیں ہے، دنیاوی زندگی میں نہ تو ہر مراد پوری ہوتی ہے اور نہ ہر تکلیف سے بچنا ممکن ہوتا ہے، اسی طرح زوال نعمت کے امکان سے بھی انسانی قلوب پریشان رہا کرتا ہے، اسی لیے دنیا کو دار المحن سے تعبیر کیا گیا ہے، اطمینان اور سکون کی جگہ تو صرف جنت ہے، اگر اللہ اپنے فضل سے عطا فرمادیں۔

کامیابی کے لیے سب سے پہلی چیز تزکیۂ نفس ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (سورۃ الاعلیٰ: 19) جس نے خود کو پاک کرلیا وہ کامیاب ہے، مفسرین نے تزکیہ کی تفسیر میں کفر وشرک اور گناہوں سے پاک ہونا لکھا ہے، یہی اصل تزکیہ ہے، کیوں کہ جب نفس کفر وشرک سے پاک ہوگا تو دل اللہ رب العزت کے ذکر کی طرف مائل ہوگا اور وہ اللہ کی یاد کے لیے نماز پڑھا کرے گا، وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (سورۃ الاعلیٰ: 20) میں یہی بات کہی گئی ہے، جب قلب کفر وشرک سے پاک ہوگا تو آدمی کی رغبت ایمان واسلام، ارکان اور تزکیہ کے لیے جن اوصاف کی ضرورت ہے اس کی طرف ہوگی، پھر کامیابی اس کا مقدر ہوگی، اللہ رب العزت نے اٹھارہویں پارہ کے آغاز اور انتیسویں پارہ کے سورۃ معارج میں کامیاب انسانوں کے اوصاف کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے، ان میں سے پہلی چیز نماز ہے، جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، نمازی کے دل میں اللہ کی محبت جاگزیں ہوتی ہے، اللہ کی بڑائی اور ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کا خیال اسے بُرے کاموں سے روکتا ہے، وہ اپنے پاس اللہ کو محسوس کرتا ہے، لیکن یہ اوصاف ایمان والوں میں اسی وقت پیدا ہوں گے جب اس کی نماز خشوع کے ساتھ یعنی سکون کے ساتھ ہو، خشوع میں سکونِ قلبی اور سکونِ جسمانی دونوں شامل ہے، سکون قلبی تو یہ ہے کہ دل اللہ کی طرف ہی پورے طور پر متوجہ ہو اور سکون جسمانی کا مطلب ہے کہ نماز میں فضول حرکتیں نہ کریں، خصوصا ایسی حرکتیں جو نماز میں خلل ڈالنے والی ہوں۔ اس لیے کہ اللہ بڑا بے نیاز ہے، اگر بندہ اس کی طرف متوجہ نہیں رہتا ہے تو اللہ بھی اس سے اپنا رخ پھیر لیتا ہے، اسی لیے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے، بدن کے کسی حصے سے کھیلنے، دامن مروڑنے، ڈاڑھی میں بار بار ہاتھ لے جانے سے منع کیا گیا ہے، کیوں کہ یہ سب خشوع کے خلاف ہیں، مجمع الزوائد کی ایک روایت کے مطابق سب سے پہلے امت سے خشوع اٹھ جائے گا اور قوم میں خاشعین کی کمی ہو جائے گی یا وہ نظر نہیں آئیں گے۔ نماز خشوع سے پڑھی جائے تو اس کا اثر زندگی پر وہ پڑتا ہے، جس کا ذکر قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے کیا ہے کہ نماز برے اور فحش کاموں سے روکتی ہے، نماز کو خشوع سے پڑھنے کی وجہ سے یہ صفت خود بخود بندے کے اندر پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ فضول اور لایعنی بحثوں اور غیر نفع بخش کاموں سے دور بھاگتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے یہ کامیاب ایمان والوں کی دوسری صفت ہے۔

تیسرا وصف جو ایمان والوں کی کامیابی کے لیے ضروری ہے وہ ہے انفاق فی سبیل اللہ، اس کی دو شکلیں ہیں ایک تو سال گذرنے کے بعد اپنے مال سے ڈھائی فی صد نکالنا یہ تو فرض ہے، دوسرا ہے صدقات نافلہ یعنی فقراء، یتامیٰ، مساکین پر خرچ کرنا، اس بات کو قرآن کریم کی دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ تم اس وقت تک خیر کو نہیں پا سکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیز کو خرچ نہ کرو، اس کو قرآن کریم میں قرض حسنہ سے تعبیر کیا گیا ہے، اور حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کو قرض حسنہ دو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جسے امام بخاریؒ نے حفص بن غیاث سے روایت کیا ہے کہ تمہارا مال تو وہی ہے جو تم نے اللہ کے راستے میں اپنے ہاتھ سے خرچ کر دیا اور جو رہ گیا وہ تمہارا نہیں تمہارے وارث کا مال ہے، ایمان والے کے اندر جب یہ صفت پیدا ہوتی ہے تو وہ بہت سارے گناہ اور رذائل سے بچ جاتا ہے، دینے کا یہ مزاج جب بڑھتا ہے تو آدمی سخی کہلاتا ہے اور جنت میں جانے کے من جملہ اوصاف میں سے ایک سخاوت بھی ہے۔

للزکوٰۃ فاعلون کی تعبیر بتاتی ہے کہ کہ اس وصف میں زکوٰۃ واجبہ اور صدقات نافلہ دونوں شامل ہیں، کیوں کہ فرض زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے قرآن کریم کی تعبیر آتوا الزکوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کی رہی ہے۔ بعض نے یہاں زکوٰۃ سے مراد تزکیہ لیا ہے، یعنی روحانی امراض بعض حسد، کینہ، ریا، تکبر، حرص اور بخل وغیرہ سے خود کو محفوظ کرلینا اور محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا۔

چوتھی صفت مؤمن کے اندر یہ ہونی چاہیے کہ وہ محرمات سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرے اور شہوانی خواہشات کا غلبہ اس کے اندر نہ ہو، جو لوگ شہوت پوری کرنے کے لیے اپنی بیویوں تک محدود رہتے ہیں، وہ قابل ملامت نہیں ہیں، جنسی خواہشات کی تکمیل ایک فطری تقاضہ ہے، اس کے لیے بیوی اور باندیوں کا ذکر کیا گیا ہے، باندیاں اب ہوتی نہیں، اس لیے اب اس کام کا جائز طریقہ بیوی تک محدود ہو کر رہ گیا ہے اور وہ بھی شرعی حدود وقیود کے ساتھ۔

پانچویں صفت امانتوں میں خیانت نہ کرنا اور ان کی رعایت کرنا، یعنی حفاظت کرنا ہے، امانات کہہ کر کے اللہ رب العزت نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں ہر قسم کی امانت شامل ہے، بغیر اجازت کے کسی کا راز دوسروں پر کھولنا، ملازمت کے جو اوقات ہیں اس کے مطابق وقت نہیں لگانا، یہ سب امانت میں خیانت ہے اور ایمان والوں کو امانت کی پوری رعایت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ورنہ وہ کامل مومن نہیں ہوسکتا، اسی کے ساتھ اللہ نے معاہدے اور وعدوں کی پاسداری بھی کامل ایمان والوں کی چھٹی صفت کے طور پر بیان کیا ہے۔ اگر کوئی مومن معاہدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ دوسرے فریق کو دھوکہ دے رہا ہے، حالاں کہ معاہدہ کی پابندی فرض کے درجہ کی چیز ہے، اسی طرح وعدہ خلافی بھی مذموم ہے، کسی سے وعدہ کرلیا جائے تو اسے پورا کیا جائے، یہ بھی ضروری ہے، معاہدہ کی خلاف ورزی پر تو عدالت تک کا دروازہ کھٹکھٹایا جا سکتا ہے، البتہ وعدہ کی خلاف ورزی پر دارو گیر اللہ ہی کرسکتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی جو پہچان بتائی ہے اس میں امانت میں خیانت اور وعدوں کی خلاف ورزی شامل ہے، اور منافق کامل مومن تو دور کی بات ہے، اس کا ایمان بھی محض دکھاوا ہوتا ہے۔

اور ساتویں صفت نماز کی حفاظت ہے، یہاں صلوٰۃ جمع لایا گیا ہے تاکہ پنج وقتہ نمازیں اس میں شامل ہو جائیں، جنہیں اپنے وقت پر ادا کرنا ہے، پہلی صفت میں نماز کا ذکر خشوع کے حوالہ سے تھا۔ یہاں فرض نماز کی حفاظت کی بات کہی گئی ہے۔ سورۃ معارج میں "الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ" کہہ کر نماز پر مداومت، پابندی اور ہمیشگی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس سورۃ میں ان تمام اوصاف کے ساتھ اللہ رب العزت کے عذاب سے ڈرنے اور شہادتوں پر قائم رہنے کا بھی ذکر موجود ہے، اللہ کا ڈر، اللہ کی خشیت اور اللہ کا خوف شاہ کلید ہے، جس سے ہمارے اعمال میں اعتدال اور توازن پیدا ہوتا ہے اور نیک عمل کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے، سورۃ العصر میں جہاں زمانہ کی قسم کھا کر اللہ رب العزت ارشاد فرمایا ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے، مگر وہ انسان جو ایمان والے ہیں، عمل صالح کرتے ہیں، حق کی تلقین ان کا شیوہ اور صبر تحمل، برداشت ان کی عادت ہے، ایسے لوگ کامیاب ہیں۔

ان اوصاف کے حاملین کی زندگی میں ایسی تبدیلی آتی ہے جو ہر کوئی محسوس کرسکتا ہے، ایسے لوگ قرآن کی اصطلاح میں "عباد الرحمٰن" ہو جاتے ہیں جو زمین پر دبے پاؤں عاجزی اور نرمی سے چلتے ہیں، جب ناسمجھ اور نادان لوگ ان سے گفتگو کرنے لگتے ہیں تو وہ سلامتی طلب کرکے اپنی راہ لیتے ہیں، ان کی راتیں رب کے سامنے سجدے اور قیام میں گذرتی ہیں، اور وہ اللہ سے دوزخ کے عذات سے محفوظ رکھنے کی دعائیں مانگتے رہے ہیں، وہ خرچ میں اسراف اور بخالت سے بچتے ہیں اور اعتدال کے ساتھ خرچ کرتے ہیں، وہ اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں پکارتے، وہ ناحق قتل نہیں کرتے، زنا سے پرہیز کرتے ہیں، وہ جھوٹے کاموں میں شریک وسہیم نہیں ہوتے اور لغویات سے باعزت نکل جاتے ہیں، وہ اپنی بیوی اور بچوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنانے اور انہیں پرہیزگاروں کا مقتدیٰ بنانے کی دعا مانگتے رہتے ہیں، ایسے ہی لوگ جنت کے مستحق قرار پائیں گے۔

ان اوصاف اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں پر مزید گفتگو کی جاسکتی ہے، اہل علم نے پوری پوری کتابیں اور مفسرین نے صفحات کے صفحات اس موضوع پر لکھ ڈالے ہیں، لیکن یہاں ایجاز سے کام لیا گیا ہے، امید ہے کہ ان اوصاف کو اپنا کر ہم مومن کامل بنیں گے اور جنت کے مستحق ہوں گے۔ وما توفیقی الا باللہ

اچھی باتیں

"دوستی ایسا دریا ہے جس میں خلوص کا پانی بہتا ہے ☆ مسکراہت ایسا خزانہ ہے جو ہر امیر وغیرب کے پاس ہوتا ہے ☆ کسی سے اپنی ناراضگی کو اتنا طویل مت کرو کہ تمہارے بغیر جینا سیکھ لے ☆ نصیحت ایسی چیز ہے، جس کی عقل مندوں کو ضرورت نہیں ہوتی اور بے وقوف اسے قبول نہیں کرتے ☆ کسی کی خوبیوں کو دیکھ کر حسد نہ کرو بلکہ کوشش کرو؛ کہ انکی خوبیاں تمہارے کام آسکیں ☆ بہتر آدمی وہ ہے جو دیر سے ناراض ہو اور جلد مان جائے ☆ سادگی ایمان کی علامت ہے اور خاموشی بہترین حکمت ہے ☆ ذہنی صلاحیت آرام کرنے سے نہیں بلکہ استعمال کرنے سے بڑھتی ہے ☆ انسان کی خوبصورتی اخلاق سے ہے۔" (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

"بھارت میں نفرت کی سنگین صورت حال کے حقیقی ذمہ دار شرپسند عناصر ہیں، جنہوں نے اپنے خفیہ مقاصد کی تکمیل اور ملک میں ہٹلر شاہی کے فروغ کے لیے نفرت کے ہتھیار سے ملک کی اقلیتوں خصوصا مسلمانوں کو اس کا نشانہ بنایا اور یہ نفرت کا وائرس بے لگام ملک میں پھیلتا ہی جا رہا ہے، گودی میڈیا کھل کر پر چارو پرسار میں لگا ہوا ہے، جب کہ دیگر سرمایہ دار حکمرانوں کے اشارے پر کام کرتے ہوئے ملک میں نفرت کے فروغ کے لیے سرمایہ اور اپنی توانائیاں صرف کر رہا ہے، اور یہی سرمایہ ان کے ہاتھ لگ رہا ہے جو گودی میڈیا پر نچھاور کر رہے ہیں اور گودی میڈیا ملک میں نفرت کے ڈھول پیٹ کر ملک کے بھائی چارے کی فضا کو مسموم کر رہا ہے۔" (انقلاب ۲۸ر اگست ۲۰۲۳ء)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

خواہشات کو بے لگام نہ چھوڑیئے

’’جس پر اللہ کی لعنت ہے جس نے کہا تھا (یعنی ابلیس) میں تمہارے بندوں سے ایک مقرر حصہ لے کر رہوں گا، میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا، انہیں آرزوئیں دلاؤں گا، ان کو سکھلاؤں گا کہ جانوروں کے کان کاٹیں اور ان کو حکم دوں گا کہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کردیں اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کر دوست بنالے، اس نے کھلا ہوا نقصان اٹھایا‘‘ (سورہ نساء، آیت: ۱۱۹)

وضاحت: قرآن مجید کی ان آیات میں رب ذوالجلال نے شیطان مردود کی گمراہی، بدکرداری اور دھوکہ دھری کے انداز کا ذکر کرتے ہوئے امت کو اس سے بچنے کی تاکید کی ہے، جب شیطان دربار الٰہی سے دھتکارا گیا اور اللہ نے اس پر لعنت بھیجی تو اس نے کہا کہ میں تیرے بندوں کو عبادت سے بھٹکاؤں گا، وہ جو کچھ عبادت کریں گے، ان کی عبادت میں ریاکاری کی آمیزش کروں گا، یا وہ عبادت تو کریں گے مگر ان کی عبادت کو ان کے ہی سرکشی کے ذریعہ برباد کردوں گا، یہیں سے معلوم ہوا کہ شیطان لوگوں کو دو راستوں سے گمراہ کرتا ہے، فکر وعقیدہ میں شک وشبہ پیدا کرکے اور کبھی خواہشات نفس کی پیروی پر آمادہ کرکے، مذکورہ آیت میں شیطان نے کہا کہ ’’میں انہیں گمراہ کروں گا‘‘ اس میں فکر وعقیدہ کی راہ سے بھٹکانے کی طرف اشارہ ہے اور ’’آرزوئیں دلاؤں گا‘‘ میں خواہشات نفس کی پیروی کے ذریعہ گمراہ کروں گا‘، یعنی گناہوں کو خوبصورت اور پرکشش بنا کر پیش کروں گا اور اس کے لئے عقلی واخلاقی جواز کی دلیلیں ذہن میں ڈالوں گا غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ہمارا معاشرہ شیطان کا آلہ کار بنا ہوا ہے، ہم اس کے دام فریب میں پھنستے جارہے ہیں، ہم اپنی ظاہری ہیئت کو غیر معمولی تکلف کے ذریعہ تبدیل کررہے ہیں، آرائش وزیبائش میں شرعی حدود تک کو پار کرتے جارہے ہیں، حسن پرستی کے جنون میں حلال وحرام کا فرق اٹھتا جارہا ہے، جس سے پورا معاشرہ بگڑتا جارہا ہے، بیوٹی پارلروں میں بناؤ وسنگار کا ایسا رجحان بنتا جارہا ہے کہ اللہ کی تخلیق کا مقصد اور منشاء تک نظروں سے اوجھل ہوتا جارہا ہے، چہرے، ناک، ہونٹ اور رخسار پر مصنوعی تل بنوائے جاتے ہیں، چہرے کی جلد کی جھریوں کو چست کرنے کے لئے عمل سرجری کیا جاتا ہے، تاکہ اس کے ذریعہ عمر کو کم دکھایا جائے، یہ سب اعمال تخلیق کے منشاء کے خلاف ہیں، ہاں اگر علاج کی نیت سے کیا جائے تو بقدر ضرورت جائز ہے، مگر خوبصورتی کو دوبالا کرنے کے مقصد سے کرنا ناپسندیدہ عمل ہے، کیونکہ جسم اور تمام اعضاء اللہ کی امانت ہیں، اس میں کسی کو تغیر کرنے کا حق نہیں، ایسا کرنے والے چاہے مرد ہوں یا عورت، دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو گودنا گودیں یا گودوائیں اور ان پر جو چہرے کے بال صاف کریں، اس لئے صاحب ایمان کو اس طرز عمل سے گریز کرنا چاہئے، یہ وبا پہلے یورپی ممالک میں تھی، اب اس کے سائے مشرقی ممالک کے بڑے بڑے شہروں میں دراز ہوگئے ہیں، جہاں مرد وعورتیں اپنے بدن کے مختلف حصوں پر نشانات لگاتے ہیں، مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے، اس سے اللہ اور اس کے رسول ناراض ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کیلئے دو اخلاقی ہدایات

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ وہ مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ یا تو بھلی بات کہے، ورنہ خاموش رہے‘‘ (ترمذی شریف)

وضاحت: اس حدیث پاک میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دو اخلاقی ہدایات دی ہیں اور اس کو ایمان کامل کا جزو قرار دیا، اول یہ کہ ہر مومن بندہ کو چاہئے کہ وہ مہمانوں کا اکرام کرے، ان کی خاطر وتواضع میں کوئی کسر باقی نہ رکھے، قیام وطعام سے لے کر زبان وبیان تک ہر مرحلہ میں خندہ روئی سے پیش آئے، کیونکہ ہر انسان کسی نہ کسی وقت کسی کا مہمان ہوتا ہے، آج ہم اپنے مہمان کے ساتھ نیک سلوک اور عزت کا برتاؤ کریں گے تو کل وہ ہمارے ساتھ کرے گا، یہی دستور زمانہ ہے، لہذا آپ بھی انسانی ہمدردی کی بنیاد پر مہمانوں کا اکرام کیجئے اس سے اتحاد ویگانگت پیدا ہوگی، اور آپس کے تعلقات مستحکم ہوں گے اور معاشرے میں خیر وبھلائی کی خوشگوار فضا قائم ہوگی، اسلام نے آپس میں الفت ومحبت اور اخوت وبھائی چارگی کو فروغ دینے کے لئے اکرام ضیوف کو انسانیت کا اعلیٰ معیار قرار دیا ہے۔ البتہ مہمان کو کسی پر بار خاطر بنکر نہیں رہنا چاہئے کہ میزبان کلفت محسوس کرنے لگے، ایک حدیث میں اس کی تصریح کردی گئی کہ مہمان کو کسی کے یہاں تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہرنا چاہئے، کیونکہ اس سے صاحب خانہ کو تکلیف ہوگی اور اس پر بار پڑے گا، دوسرے یہ کہ ہر مومن بندہ کو چاہئے کہ وہ زبان کو قابو میں رکھے، زبان دل کی ترجمان ہے، دل میں جو خیالات واحساسات ابھرتے ہیں زبان ہی ان کو الفاظ کی شکل دیتے ہیں، اس لئے زبان کی حفاظت، دل کی حفاظت کا بڑا ذریعہ ہے، اس لئے زبان سے جو بولئے سچ بولئے، سچائی سے ایمان کی اور جھوٹ سے نفاق کی پرورش ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’سچ بولنا نیکی کا راستہ بتاتا ہے اور نیکی جنت کو لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولتے بولتے وہ صدیق ہوجاتا ہے اور جھوٹ بدکاری کا راستہ بتاتا ہے اور بدکاری دوزخ کو لے جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ جھوٹ بولتے بولتے وہ خدا کے یہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے‘‘ (صحیح مسلم) اس لئے زبان کے استعمال میں احتیاط برتئے، اگر خیر وبھلائی اور حق وانصاف کی کوئی بات کہنی ہو تو بولئے، وورنہ خاموش رہئے، ’’من صمت نجا‘‘ جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی، یہی ہے اسلام کی اخلاقی تعلیمات ہیں جن کا پاس ولحاظ ہر کسی کو کرنا چاہئے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

والدین کا بیٹے کو اپنی بیوی ساتھ رکھنے سے روکنا

س: زید حیدرآباد کی ایک کمپنی میں ملازمت کرتا ہے، اس کو کمپنی کی طرف سے فیملی رکھنے کی سہولت ہے، وہ ایک شادی شدہ جوان آدمی ہے، اس کی بیوی اس کے والدین کے ساتھ گاؤں میں رہتی ہے، اس کو کھانے پینے کی سخت تکلیف ہوتی ہے، اس کے علاوہ جنسی خواہش کی بھی تکمیل نہیں ہو پاتی، شہوت کا غلبہ رہتا ہے، والدین فیملی نہیں لیجانے دیتے اور جب بھی کبھی فیملی لے جانے کی بات کی جاتی ہے تو جھگڑنے لگتے اور سخت ناراض ہوجاتے ہیں، مفتی صاحب! اگر وہ اپنی ضرورت کے تحت فیملی لے جائے، جس پر والدین ناراض ہوں تو کیا وہ گناہگار ہوگا، جب کہ وہ والدین کو خرچ دیتا رہتا ہے اور گھر میں دوسرے بھائی کی فیملی ان کی خدمت کے لیے موجود ہے۔

ج: شریعت میں ماں باپ اور بیوی بچے ہر ایک کے الگ الگ حقوق ہیں اور ہر ایک پر ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی لازم وضروری ہے اور کسی کی حق تلفی جائز نہیں ہے، ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی بہو پر نہیں، بلکہ اولاد پر لازم ہے، لہذا اولاد پر ضروری ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے، اگر وہ خدمت کا محتاج ہیں تو ان کی خدمت کرے، اسی طرح بیوی پر شوہر کے حقوق کی ادائیگی اور شوہر پر بیوی کے حقوق کی ادائیگی لازم ہے، لہذا صورت مسئولہ میں جبکہ شوہر اپنی بیوی کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے، ایسی صورت میں اس کے والدین کا اس کی بیوی کو اس سے دور رکھنا اور ساتھ لے جانے سے منع کرنا شرعاً واخلاقاً کسی طرح بھی جائز نہیں ہے، خاص کر جبکہ شہوت کا غلبہ بھی ہے، ایسا کرنا چوں کہ مقصد نکاح کے خلاف ہے، اس لئے والدین کو چاہئے کہ بیٹے کو اپنی بیوی ساتھ لے جانے سے نہ روکے، ورنہ وہ گناہگار ہوں گے، کیوں کہ بیوی کو اپنے ساتھ رکھنا بیٹے کا حق ہے، اگر بیٹا اپنی بیوی لے جاتا ہے اور اس پر والدین ناراض ہوتے ہیں تو اس کا گناہ بیٹا پر نہیں ہوگا، بہتر یہ ہے کہ حکمت وبصیرت کے ساتھ خاندان کے کسی بڑے کے ذریعہ والدین کو ایسے طریقے پر سمجھانے کی کوشش کی جائے جس سے ان کی دل آزاری نہ ہو: ’’وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ‘‘ (النساء: 19)

بیوی کو نند اور دیور کے کپڑے دھونے پر مجبور کرنا

س: ایک خاتون جو اپنے ساس سسر کی خدمت تو کرتی ہی ہے، اسے نند اور دیور کی خدمت پر بھی مجبور کیا جاتا ہے، اس سے ان کے کپڑے دھلوائے جاتے ہیں اور نہ دھونے پر ساس سسر اور شوہر سب سختی کرتے ہیں، مارتے اور پیٹتے ہیں اور طلاق کی بھی دھمکی دیتے ہیں، جبکہ یہ لوگ اس قابل ہیں کہ اپنا کپڑا خود دھو سکتے ہیں، ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

ج: بیوی پر نند اور دیور کے کپڑے دھونا، ان کی خدمت کرنا، شرعاً لازم نہیں ہے اور نہ ہی اس کام پر اسے مجبور کرنا درست ہے، اگر وہ اپنی مرضی سے دھو دیتی ہے تو اس کا احسان ہے، اور نہ دھونے پر اس کو مارنا پیٹنا اور بے جا سختی کرنا شرعاً ناجائز اور ظلم ہے، شوہر پر لازم ہے کہ وہ اس سے احتراز کرے اور بھائی بہنوں کو تاکید کرے کہ وہ اپنا کپڑا خود دھلا کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو اور جو اپنی بیوی بچوں پر سب سے زیادہ مہربان ہو: ’’عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من اكمل المومنين ايماناً احسنهم خلقاً والطفهم باهله‘‘ (سنن ترمذی، باب ماجاء فی اسکتمال الایمان: 89/2)

زچگی اگر میکہ میں ہو تو اس کا نفقہ کس کے ذمہ ہے

س: عورت کی جب پہلی زچگی کا معاملہ پیش آتا ہے تو عام طور پر رواج یہ ہے کہ لڑکی کے ماں باپ شوہر کی اجازت سے اپنے یہاں لے جاتے ہیں اور وہیں زچگی کا معاملہ پیش آتا ہے، زچگی کسی کی نارمل ہوتی ہے تو کسی کی آپریشن سے، بہر حال زچگی کے بعد اس کے اخراجات کے تعلق سے عموماً رنجش پیدا ہوجاتی ہے، شوہر سارا خرچ بیوی کے ماں باپ پر چھوڑ دیتا ہے کہ وہ لے گئے ہیں تو خرچ بھی برداشت کریں، سوال یہ ہے کہ کیا پہلی زچگی میکہ میں ہی ہونا ضروری ہے، اگر میکہ ہی میں ہو تو اس کا نفقہ، اسی طرح ولادت کے بعد بچہ کی پرورش وپرداخت کا نفقہ کس کے ذمہ ہے؟

ج: عورت کی پہلی زچگی میکہ ہی میں ہو، یہ کوئی ضروری نہیں، یہ ایک رسم ہے جو قابل ترک ہے، چوں کہ زچگی کا معاملہ بڑا اہم اور نازک ہوتا ہے، اس لئے ایسے موقع پر یہ دیکھنا چاہئے کہ ڈاکٹروں کی بہتر خدمات اور زچگی کی سہولت کہاں حاصل ہے، جہاں یہ چیزیں میسر ہوں، وہاں زچگی کرائی جائے، خواہ میکہ میں ہو یا سسرال میں، بہر حال صورت مسئولہ میں جبکہ عورت اپنے میکہ میں شوہر کی اجازت سے گئی ہے تو وہ نفقہ پانے کی حقدار ہے اور نفقہ میں علاج ومعالجہ کے اخراجات بھی شامل ہیں، لہذا زچگی اور اس کے بعد بچہ کی پرورش وپرداخت کا سارا خرچ اس عورت کے شوہر پر ہوگا، اس کے والدین پر نہیں، اگر والدین بطور تبرع واحسان کچھ کردیں تو یہ دوسری بات ہے، ورنہ شوہر پر لازم وضروری ہوگا کہ وہ بیوی کے علاج ومعالجہ اور بچہ کی پرورش وپرداخت کا خرچ برداشت کرے، اس کے اخراجات کی ادائیگی سے کنارہ کشی اختیار کرلینا شرعاً صحیح نہیں ہے: ’’وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف‘‘ (البقرة: 233) ’’ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف‘‘ (صحيح مسلم: ۱/۳۹۷)

’’فانی اری وجوب نفقة الدواء على الزواج كغيرها من النفقات الضرورة ومثل وجوب نفقة الدواء اللازم للولد على الوالد بالاجماع وهل من حسن العشرة ان يستمتع الزوج بزوجته حال الصحة، ثم يردها الى اهلها بمعالجتها حال المرض؟‘‘ (الفقه الاسلامی وادلته للزحيلی: 7380/10)

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر 33 مورخہ ۱۷؍صفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۴؍ستمبر ۲۰۲۳ء روز سوموار

نفرت کی کاشت

آپ نے مختلف قسم کے فصلوں کی کاشت کے بارے میں پڑھا ہوگا، اس کے لہلہانے کی تدبیریں بھی آپ کو بتائی گئی ہوں گی، کتنا پانی، کتنا کھاد، کتنی نکیوئی اور کیسی آب وہوا کس فصل کے لیے چاہیے، اس کی واقفیت آپ کو مجھ سے زیادہ ہے، اہل فن نے اس پر کتابیں لکھی ہیں اور مختصر مدت میں زمین سے کس قدر زائد پیداوار حاصل کر سکتے ہیں، اس کا علم ہمارے کسان کماحقہ رکھتے ہیں، تبھی تو ہندوستان غذائی اجناس میں خودکفیل ہوگیا ہے۔

ہندوستان میں گذشتہ چند دہائیوں سے ہمارے حکمراں اور سیاست دانوں نے ایک اور کاشت شروع کی ہے، یہ کاشت ہماری زمین پر نہیں، دل ودماغ پر کی جارہی ہے، یعنی اس کاشت کے لیے جس زمین کا استعمال کیا جاتا ہے، وہ دل اور دماغ کی زمین ہے، یہ نفرت کی کاشت ہے، ہندوستان کے اکثریتی طبقات کے دل ودماغ میں پہلے یہ بیج ہندتوا کے نام پر ڈالا جاتا ہے، فرقہ پرست افراد اور تنظیمیں گرم گرم تقریروں اور اسلام دشمن بیانات کے ذریعہ اس کو کھاد پانی فراہم کرتی ہیں، سپریم کورٹ آڑے آتا ہے تو ان کو یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا کہ ہم کسی کی اجازت کے پابند نہیں ہیں، بابری مسجد انہدام سے لے کر نوح میوات کے فسادات تک سرکشی اور قانون کی خلاف ورزی اس طرح کی گئی ہے کہ اگر اقلیتیں کرتیں تو ان کی پوری قیادت جیلوں میں سڑ رہی ہوتی، لیکن اکثریتی طبقات اور شرپسندوں کے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہورہا ہے، احمد آباد کے فسادی قانون کی گرفت سے عموماً باہر رہے، بابری مسجد کے انہدام کے مجرمین کو سزا نہیں دی جاسکی، بلقیس بانو کے خاندان کو تہہ تیغ کرنے اور اس کی اجتماعی آبروریزی کے مجرمین عمر قید کی سزا کے باوجود جیل سے باہر آکر دندناتے پھرتے ہیں۔

نفرت کی اس کاشت کو پروان چڑھانے اور اسے بارآور کرنے کے لیے فرقہ پرستوں نے الگ الگ طریقے ایجاد کر رکھے ہیں، کہیں مسلمانوں کو دیکھ کر جے شری رام کا نعرہ لگائیں گے، کہیں مسلم آبادی سے گذرتے ہوئے دل آزار جملے پھینکیں گے، بے وجہ کسی مسلمان پر الزام لگا کر ماب لنچنگ کردیں گے، تاکہ نفرت کی یہ کاشت پروان چڑھتی رہے، اور مسلمانوں کو اس قدر خوف کی نفسیات میں مبتلا کردیا جائے کہ وہ چوں نہ بولیں اور "ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم" کی عملی تصویر بن کر رہیں یا کم از کم اپنی مذہبی اور تہذیبی شناخت سے دست بردار ہوجائیں۔

ادھر نفرت کی کھیتی کے لیے ایک اور زمین فرقہ پرستوں نے منتخب کرلیا ہے اور وہ ہے ابتدائی درجات کے اسکولوں میں نفرت کا ماحول پیدا کرنا، پہلے یہ اونچے درجات کے تعلیمی اداروں میں ہوا کرتا تھا، لیکن اب نفرت کی کھیتی کے لیے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو اسکول میں تیار کیا جارہا ہے، تازہ واقعہ ۲۴؍اگست کو مظفر نگر ضلع کے نہا پبلک اسکول خبر پور کا ہے، یہ گاؤں منصور پور سے قریب واقع ہے، اس اسکول کی پرنسپل ترپتا تیاگی نے ون کے جی کے ایک مسلم طالب علم التمش ولد محمد ارشاد کو پورے کلاس کے ہندو طلبہ سے تھپڑ لگوایا اور تلقین کرتی رہی کہ اور زور سے مارو، قصور یہ تھا کہ وہ ہوم ورک کرکے نہیں لایا تھا، اسکولی طلبہ میں یہ جرم اتنا بڑا نہیں ہے کہ اس کی غیر مسلم بچوں سے پٹائی کرائی جائے، سزا وہ استانی خود بھی دے سکتی تھی، کہتی ہے کہ میں معذور ہوں، اس لیے اٹھ نہیں سکتی تھی، یہ ایسا عذر لنگ ہے، جس کو کوئی بھی عقل مند تسلیم نہیں کرے گا، اگر وہ معذور ہے تو اسکول کیسے آتی ہے اور پرنسپل کی ذمہ داری کس طرح سنبھالتی ہے، چلیے تھوڑی دیر کے لیے مان لیتے ہیں کہ وہ اٹھ نہیں سکتی تھی، لیکن کیا وہ بچے کو اپنے پاس بلا کر بیٹھے بیٹھے تنبیہ نہیں کرسکتی تھی، اس کے علاوہ اسکول میں تو مار پٹائی قانوناً جرم ہے، وہ تو ایسے ہی قانون کے خلاف کر رہی تھی، وہ مسلم لڑکے کو صرف ذلیل کرنا چاہتی تھی، اس کے رونے گڑگڑانے معافی مانگنے تک کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا، بچے کا چہرہ سوج گیا۔

مسلم بچے کے ساتھ اس ذلت آمیز اسکول کی ویڈیو اسکول کے ہی کسی نے بنایا اور سوشل میڈیا پر وائرل ہوا، ویڈیو بنانے والا بھی فرقہ پرست ہی ہوگا، چنانچہ اس نے مسلمانوں کو نفسیاتی طور پر اپنی ہتک محسوس کرانے کی غرض سے اسے عام کردیا، بات جب گلے پڑنے لگی تو اس کی مختلف تاویلیں کی جانے لگیں، حد یہ ہے کہ اتر پردیش کے وزیر تعلیم اس کی حمایت میں آگیے اور کہا کہ ترپتا نے معافی مانگ لی تو بات ختم ہوگئی، بھلا کوئی کسی کی عزت سے کھلواڑ کرے، معصوم ذہنوں میں نفرت کی بارآوری کرے اور اسے معاف کردیا جائے، چاہیے تو یہ تھا کہ اس استانی کو فوری طور سے گرفتار کیا جاتا اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے رکھ کر غیر جانبدارانہ تحقیق کی جاتی، لیکن جب وزیر تعلیم ہی کلین چٹ دے رہے ہیں تو کون اس معاملہ کو اٹھا پائے گا، البتہ خبر یہ آرہی ہے کہ معاملہ کو رفع دفع کرنے کے لیے اسکول کو بند کردیا گیا ہے، التمش کے والد نے اس بچے کا نام اسکول سے کٹوا دیا ہے، لیکن وہ نامزد ایف آئی آر درج کرنے کو تیار نہیں ہوئے، وہ بھی خوف کی نفسیات میں مبتلا ہوگیے اور انہیں لگا کہ یوگی کے راون راج میں انصاف کا ملنا دشوار ہے، اس لیے انہوں نے کوئی مقدمہ درج نہیں کرایا، جب اصل متاثر سامنے نہ آئے تو مقدمہ ایسے ہی کمزور ہوجاتا ہے۔

دھیرے دھیرے یہ معاملہ سرد پڑجائے گا، لیکن اس عورت کے اس ذلیل حرکت سے یہ بچہ تا زندگی ایک خاص نفسیات میں مبتلا ہوگا، وہ مایوسی اور ڈپریشن کا شکار رہے گا، اور جن بچوں سے اس عورت نے اسے پٹوایا وہ پوری زندگی مسلمانوں کو لقمۂ تر سمجھ کر ان کے ساتھ ظلم وزیادتی کرتے رہیں گے اور پھر نفرت کی یہ کاشت امربیل کی طرح پھیلتی چلی جائے گی، جس سے ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب جواب نام کی حد تک ہی باقی ہے بالکلیہ ختم ہوکر رہ جائے گی۔

اس واقعہ سے ہندوستان کی جو شبیہ خراب ہوئی تھی اسے کم کرنے اور مسلم سماج کے غصے کو کم کرنے کے لیے کٹھوا جموں کشمیر میں ایک مسلم استاذ کے خلاف افواہ پھیلائی گئی کہ اس نے بلیک بورڈ پر جے شری رام لکھنے والے بچے کی پٹائی کی اور آئندہ ایسا کرنے پر جان سے مارنے کی دھمکی بھی دی، یہ صرف پاؤں برابر کرنے کے لیے گڑھا گیا، اور اس میں وزن پیدا کرنے کے لیے ایک خاص مذہب کے لوگوں کے ذریعہ سڑک پر احتجاج کرایا گیا اور پوری کوشش کی گئی کہ اس کو بنیاد بنا کر مظفر نگر کے واقعہ کو ہلکا کیا جائے، لیکن ایسا نہیں ہوسکا، البتہ کٹھوا کے واقعہ پر باضابطہ ایف آئی آر درج ہوا، اور جانچ شروع ہوگئی، مظفر نگر کے واقعہ پر مسلمانوں نے احتجاج نہیں درج کرایا، ہم اس قدر پُرامن ہیں کہ ہر حال میں شانت رہتے ہیں، ایسا قانون کے احترام اور خوف کی نفسیات کی وجہ سے ہوتا رہا ہے، اور شاید آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔

اسقاط حمل کی عالمی صورت حال

مرکزی وزارت صحت اور خاندانی فلاح کی رپورٹ کے مطابق 1972 سے 2022 تک ہندوستان میں اسقاط حمل کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے 1972 میں صرف 24300 خواتین نے اسقاط کرایا تھا، جب کہ 1980 میں 384405، 1985 میں 538704، 1990 میں 581215، 1995 میں 618373، 2000 میں 725149، 2005 میں 721859، 2010 میں 657191، 2015 میں 721055 اور 2022 میں 1144634 اسقاط حمل کے معاملات سامنے آئے، جو معاملات روپے دے کر اسپتالوں میں دبا دیے گیے، اس کے اعداد وشمار تک اس رپورٹ میں رسائی نہیں ہوسکی ہے۔

عالمی صحت تنظیم نے سب سے زیادہ اسقاط حمل کرانے والے دس ممالک میں روس (53.7) قزاقستان (35.0) ایسٹونیا (33.3) بیلا روس (31.7) رومانیہ (27.8) یوکرین (27.5) لاتویا (27.3) کیوبا (24.8) چین (24.0) کا ذکر کیا ہے، اس سروے میں ہر سال ایک ہزار عورتوں سے پوچھ تاچھ کیا گیا تھا، دنیا میں ہر سال 7.33 کروڑ اسقاط حمل کے واقعات ہوتے ہیں۔ ساٹھ فی صد ملکوں میں قانونی طور پر اس کی اجازت نہیں ہے، اٹھائیس فی صد ملکوں میں اسقاط قانونی عمل ہے۔ 36 فی صدی ممالک میں اسقاط کے لیے عدالت جا کر قانونی تقاضے پورے کرنے ہوتے ہیں۔ ہندوستان ان میں سے ایک ہے، یہاں ایم ٹی پی قانون کے تحت اسقاط کرایا جاسکتا ہے۔ 2017 میں نو ججوں کی ایک بینچ نے حمل اور اسقاط حمل کے حق کو دستور کی دفعہ 21 اور 19 کے تحت زندگی کی آزادی سے جوڑا تھا، لیکن آئی پی سی (IPC) کی دفعہ 312 اور 313 میں اسقاط حمل اور جنین کے قتل کو جرم قرار دیا گیا ہے، اس لیے میڈیکل ٹرمینیشن آف پرگنیسی ایکٹ (MTP) کے تحت ہی اسقاط کرانا ممکن ہے، اس قانون کا بے جا استعمال حمل میں لڑکیوں کا پتہ لگا کر نہیں کیا جاسکتا ہے، اسی لیے الٹراساؤنڈ وغیرہ کے ذریعہ حمل میں جنین کی جانچ بھی غیر قانونی ہے، یہ الگ بات ہے کہ جانچ کرانے والا مٹھی گرم کرنے پر یہ غیر قانونی کام بھی کر گزرتا ہے، شانتی لال شاہ کمیٹی کی رپورٹ کے بعد 1971 میں ایم ٹی پی قانون بنایا اور 2003 میں اس کے ضابطے کو آخری شکل دی گئی تھی 2021 میں اس میں ترمیم کی گئی اور نئے ضابطے نافذ کیے گیے۔

اس نئے ضابطہ اور قانون کے مطابق عصمت دری کی متاثرہ اور بیوہ یا نابالغ لڑکیاں جو حاملہ ہوگئی ہوں دو ڈاکٹروں کی صلاح کے بعد 20 سے 24 ہفتے تک اسقاط کرا سکتی ہیں، 24 ہفتہ کے بعد اگر کوئی خاتون اسقاط کرانا چاہتی ہے تو اسے دفعہ 226 کے تحت ہائی کورٹ اور دفعہ 32 کے تحت سپریم کورٹ میں عرضی داخل کرنی ہوگی اور میڈیکل بورڈ کی صلاح کے بعد اسقاط کی اجازت عدالت دے سکتی ہے، جیسا کہ ابھی حال میں 27 ہفتہ کے حاملہ کو آبروریزی کی وجہ سے سپریم کورٹ نے اسقاط کی اجازت دی تھی اور کہا تھا کہ آبروریزی ایک تکلیف دہ عمل ہے اور اس تکلیف دہ عمل کے نتیجہ میں حاملہ ہونا پرانے زخموں کی یاد دلاتا رہتا ہے، اس لیے متاثرہ کو اس کرب سے نکالنا ضروری ہے۔

جن پانچ ممالک میں اسقاط حمل کا تناسب کم ہے، ان میں پرتگال (0.2) میکسیکو (0.3) قطر (1.2) آسٹریا (1.3) اور ہندوستان (3.1) شامل ہے اور ہندوستان ان ممالک میں سرفہرست ہے۔

ہندوستان کی جن ریاستوں میں زیادہ اسقاط حمل کیا جاتا ہے، ان کے 2021 اور 2022 کے اعداد وشمار کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایک لاکھ خواتین میں ہر سال 11 لاکھ 44 ہزار اسقاط کرائے گیے ان کا تناسب مغربی بنگال میں 1.08، مہاراشٹر میں 1.8 اور تامل ناڈو 1.14 واقعات پیش آئے، اسقاط کا 67% طریقہ غیر محفوظ رہا اور روزانہ اس کام کی وجہ سے کم از کم آٹھ عورتوں کی جان جاتی رہی ہے۔ ہندوستان میں ماؤں کے مرنے کی یہ تیسری سب سے بڑی وجہ ہے۔ یونائیٹڈ نیشن پوپلسن فنڈ کی مانیں تو اس غیر محفوظ عمل کی وجہ سے ہر سال تین ہزار عورتوں کی جان چلی جاتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہندوستان میں اسقاط حمل کو روکنے کے لیے مناسب تدبیریں کی جائیں تاکہ ماؤں کو تحفظ فراہم کیا جاسکے۔

کوچنگ انسٹی چیوٹ پر نئی پابندیاں

محکمہ تعلیم حکومت بہار نے کوچنگ انسٹی چیوٹ کے ضوابط میں بڑی تبدیلیاں کی ہیں، اور کوچنگ انسٹی چیوٹ پر نئی پابندیاں عائد کردی ہیں، ان کے مطابق کوئی بھی کوچنگ سرکاری تعلیمی اداروں خواہ وہ اسکول ہو یا کالج کے اساتذہ سے اپنے یہاں تدریسی کام نہیں لے سکتا، کوچنگ کی فیس میں من مانی نہیں چلے گی، ڈی ایم اس پر نہ صرف نگاہ رکھیں گے بلکہ حسب ضرورت اس میں کٹوتی بھی کرسکتے ہیں، منظوری کے لیے ضروری ہوگا کہ ہر درجہ کا کارپیٹ ایریا 300 اسکوائر فٹ ہو، تعلیمی اوقات بھی وہ رکھنے ہوں گے جو سرکاری تعلیمی اداروں کا تدریسی اوقات نہ ہو، تاکہ طلبہ سرکاری اسکولوں اور تعلیمی اداروں میں اپنا وقت لگا سکیں گے، کوچنگ میں وہاں کی سہولیات کو مدنظر رکھ کر طلبہ کی تعداد مقرر کی جائے گی اور جب ضرورت ہوگی ضلع مجسٹریٹ کو اس میں کسی بھی تبدیلی کا حق ہوگا اور وہ طلبہ کی فلاح کو سامنے رکھ کر کوئی بھی حکم دے سکتے ہیں، ڈی ایم کے حکم کی خلاف ورزی پر کوچنگ کا رجسٹریشن ختم کیا جاسکے گا۔ یہ ابھی ایک ڈرافٹ ہے اور اس پر عام لوگوں کو سات دنوں کے اندر رائے دینے کو کہا گیا ہے۔ محکمۂ تعلیم نے اسے ویب سائٹ پر لوڈ کردیا ہے۔ directors.edu@gmail.com پر اپنی رائے بھی سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ — مفتی محمد خالد حسین نیموی قاسمی

مفسر قرآن: حضرت مولانا محمد ادریس نیموی

صلاحیت، صالحیت اور فیض رسانی یہ تینوں صفات فرد واحد میں بہت کم جمع ہوتی ہیں، اور جن اقل قلیل شخصیات میں یہ تینوں اوصاف جمع ہو جائیں، وہ در حقیقت گوہر نایاب ہوتے ہیں۔ بیگوسرائے کے ایسے ہی گوہر نایاب حضرت مولانا محمد ادریس نیموی قاسمی تھے، یقیناً آپ ضلع بیگوسرائے کے لیے معمار علم اور فیض رسانی میں سرخیل علماء اور استاذ الاساتذہ تھے۔

مولانا محمد ادریس صاحب دارالعلوم دیوبند کے قدیم فارغ التحصیل اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل ابتدائی زمانے کے شاگردوں میں سے تھے اور اپنے شیخ حضرت مدنی اور جمعیت علماء پر مرمٹ تھے ۔امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ کے بھی معتمد تھے۔

آپ کی ولادت تخمیناً (1905ء) انیس سو پانچ عیسوی میں ہوئی اور وفات 17 ستمبر (1992ء) میں ہوئی۔ متعدد مدارس اور مختلف علماء سے کسب فیض کرنے کے بعد آپ ایشیا کے عظیم مرکز دارالعلوم دیوبند پہنچے ۔اور دارالعلوم دیوبند کے دفتر سے حاصل کردہ ریکارڈ کے مطابق 1357ھ مطابق 1934ء میں ازہر ہند دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی.. دارالعلوم دیوبند میں آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہوی سے کسب فیض کیا۔ فراغت کے بعد سب سے پہلے جامعہ محمدیہ عربیہ گوگری، کھگڑیا سے وابستہ ہوئے اور اس ادارے میں ایک عرصہ تک خدمات تدریس انجام دیتے رہے، اس ادارے کو آپ کے زمانہ میں کافی ترقی حاصل ہوئی اور آپ کی نسبت سے طلبہ کی کثیر تعداد جمع ہو گئی۔

جامعہ محمدیہ گوگری میں ایک عرصہ گذارنے کے بعد آپ کی شہرت دور دراز علاقوں تک پہنچ گئی ۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علمی و روحانی مرکز جامعہ رحمانی مونگیر کے لیے حضرت سید شاہ مولانا منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ نے آپ کو طلب کیا، چنانچہ آپ خانقاہ رحمانی مونگیر تشریف لے گئے اور وہاں ایک عرصہ تک ترجمہ قرآن مجید، جلالین بیضاوی، شرح جامی اور الاتقان وغیرہ کتب تفسیر و متعلقات تفسیر اور نحو کی متعدد کتابوں کی تعلیم دیتے رہے، اسی وجہ سے علماء کے مابین مفسر قرآن یا شیخ التفسیر کے لقب سے مشہور ہوئے، بعد ازاں آپ نے حکیم سید سراج الدین صاحب (وطن اصلی قادر آباد، مطب مونگیری گنج بیگوسرائے . مسترشد حضرت شاہ بدر الدین مجیبی، امیر شریعت اول) اور حضرت مولانا سید محمد علی برونوی اور مولانا سید عبد الاحد قاسمی نور اللہ مرقدہ کے اصرار اور دوسرے بزرگوں کے مشورے سے مدرسہ بدرالاسلام کے نظام کو سنبھالا، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا علاقہ مشرق کا جب بھی سفر ہوتا تھا تو بیگوسرائے سے گزرتے ہوئے مدرسہ بدرالاسلام تشریف لاتے تھے.. تشریف آوری کے تعلق سے "مکتوبات شیخ الاسلام" مرتبہ مولانا نجم الدین اصلاحی میں حضرت شیخ مدنی کا ایک خط بنام مولانا ادریس صاحب، موجود ہے۔

مرشد دوراں حضرت مولانا عبدالرشید صاحب رانی ساگری (خلیفہ قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیری) اس ادارے کے تاحیات سرپرست رہے .انھیں کے نام سے اس ادارے کی ایک جائیداد بھی رجسٹرڈ ہے، جو حضرت مولانا ادریس صاحب کے عہد میں حاصل کی گئی تھی.. اور اس قبالہ میں بطور مہتمم مولانا محمد ادریس کا نام درج ہے، اس ادارے کی نشاۃ ثانیہ کا کام اللہ تبارک وتعالی نے استاذ الاساتذہ، شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس نیموی رحمۃ اللہ علیہ سے لیا.. مولانا ادریس نے اس ادارے کو اس وقت کے ہمدردان و مخلصین وغیرہ کے تعاون سے علمی انحطاط کو دور فرمایا اور علمی و اصلاحی فروغ کے لئے مثالی اقدامات کئے، انہوں نے اس ادارے کو اپنے خون جگر سے سینچا، مدرسہ کی توسیع و تعمیر کے لیے بڑا قطعہ اراضی اور بلڈنگ خریدی، اس پر شاندار دو منزلہ عمارت تعمیر کروائی، پورے بہار سے طلبہ کشاں کشاں یہاں آنے لگے۔

مولانا محمد ادریس نے ہی اس ادارے کے مزید فروغ کے لئے مشہور عالم دین حضرت مولانا اسماعیل صاحب عظیم آبادی کو بحال کیا، جنہوں نے اس ادارے کی شہرت کو چار چاند لگانے کا کام کیا۔

حضرت مولانا ادریس صاحب کے ابتدائی اساتذہ میں مولانا ابوالحسن پنچوپری بھی تھے، مولانا ادریس صاحب ان کا زبردست اکرام کیا کرتے تھے، جب بھی وہ ان کے گھر یا مدرسہ بدرالاسلام تشریف لاتے تھے .تو تبرکاً ان سے درس لیا کرتے تھے اور ان کی ضیافت کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا، حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی آپ کی وارفتگی کا منظر اس سے بھی فزوں تر تھا 5 دسمبر سن (1957ء) میں حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اور پھر 22 فروری 1958ء میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی وفات پہ مدرسہ بدرالاسلام بیگوسرائے میں زیر صدارت مولانا ادریس نیموی باوقار تعزیتی اجلاس منعقد ہوا اس میں بیگوسرائے ایس ڈی ایم خاص طور پر شریک ہوئے .اس اجلاس کی تفصیلات سہ روزہ "الجمعیۃ" دہلی میں شائع ہوئی تھی۔ اس تعزیتی اجلاس میں ماہر قانون وکیل جھارکھنڈی بابو نے یہ شعر حضرت کے لیے پڑھا تھا:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سیاسی طور پر بھی مولانا ادریس صاحب کافی مضبوط سمجھے جاتے تھے .بہار کے پہلے وزیر اعلیٰ شری کرشن سنہا حضرت مولانا ادریس کی کافی عزت کرتے تھے اور عقیدت مندانہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، مدرسہ کے اجلاس کے موقع پر یہاں تشریف لائے اور مدرسہ سے متصل رشید یہ اردو مکتب کو منظوری دی جو آج بھی قائم ہے، چونکہ آپ اپنے شیخ حضرت مدنی کی ذات اور ان کے مشن پر مرمٹ تھے، اس لیے فطری طور پر جمعیت علمائے ہند سے مناسبت تھی اور اسی نسبت سے آپ بیگوسرائے سب ڈویژن کے جمعیت علماء کے صدر بھی تھے۔

آپ کا زمانہ مدرسہ بدرالاسلام کا مبارک و مسعود عہد تھا، اس زمانے میں عام طور پر ریاستی و ملکی شخصیات اور اکابر کی تشریف آوری ہوتی رہتی تھی، ادب اور علمیت میں ممتاز شخصیت کے مالک اور "العلالۃ النافعۃ" کے مصنف حضرت مولانا عبد الاحد قاسمی آپ کے رفقاء میں سے تھے ... اور آپ کی علمی قابلیت کے مداح تھے .فرماتے تھے کہ مجھ پر شیخ الادب مولانا اعزاز علی کی نسبت سے ادب کا غلبہ ہے اور مولانا ادریس صاحب نحو و تفسیر میں ممتاز ہیں، حضرت مولانا ادریس صاحب کی خاص خوبی یہ تھی کہ آپ نے ہر ہر طبقے سے طلبہ کا انتخاب کیا اور انہیں تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا تاکہ مسلمانوں کی ہر برادری میں علم کا بود و باش ہو . (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

کتابوں کی دنیا — مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

مولانا محمد سجاد۔ حیات اور کارنامے

بانی امارت شرعیہ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بیسویں صدی کی اہم علمی، سماجی، مذہبی اور سیاسی شخصیتوں میں ہوتا ہے، علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ انہیں فقیہ النفس عالم کہا کرتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ بیسویں صدی کے نامور اور بافیض لوگوں کی مختصر سے مختصر کوئی فہرست تیار کی جائے گی تو اس میں مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کا نام ضرور ملے گا، وہ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے اور ان کا میدان عمل میں علم، سماج، مذہب، دین و سیاست سب کا گزر تھا، ان کے مضامین و مقالات ان کی علمی گہرائی اور گیرائی کا پتہ دیتے ہیں، جمعیت علماء اور امارت شرعیہ اپنے وجود میں مولانا کی مرہون منت ہے، ان اداروں کے قیام کے خاکے بنانا، ان خاکوں میں رنگ بھرنے کے لیے اپنی پوری زندگی داؤ پر لگا دینا ان کی زندگی کی بڑی خصوصیات میں سے ایک ہے، جس کے لیے پوری ملت مولانا کی مرہون منت ہے۔

ان خصوصیات کی وجہ سے مولانا کی حیات و خدمات محققین کی توجہ کا مرکز رہا ہے اور بہت ساری کتابیں ان پر طبع ہو چکی ہیں، ان کتابوں میں مولانا مسعود عالم ندوی کی محاسن سجاد، مولانا عبد الصمد رحمانی کی حیات سجاد انہیں دونوں کتابوں سے اخذ کردہ مضامین کا مجموعہ حیات سجاد مرتبہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی، انہیں کی مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد حیات و خدمات (سیمینار میں پڑھے گئے مقالات کا مجموعہ) مولانا اختر امام عادل کی حیات ابوالمحاسن اور مولانا طلحہ نعمت ندوی کی حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد، انتہائی مستند محقق اور قابل قدر مجموعے ہیں، ان میں ایک مجموعہ جمعیت علماء کی جانب سے منعقد ان پر سیمینار کے مقالوں کا ہے اور دو خالص تحقیقی نوعیت کا کام ہے، ان میں مولانا اختر امام عادل کی کتاب حیات ابوالمحاسن کا جواب نہیں۔

اب ڈاکٹر مولانا عبدالودود قاسمی کی نئی کتاب مولانا محمد سجاد۔ حیات اور کارنامے کے نام سے سامنے آئی ہے، یہ دراصل ان کا پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ ہے جسے انہوں نے پی ایچ ڈی کے مقالوں میں جو رطب و یابس ہوتا ہے، اسے حذف کر کے مقالہ کی تلخیص منظر عام پر لانے کا کام کیا ہے، اور اچھا کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالودود قاسمی اپنے اصلی نام سے زیادہ اور قلمی نام واؤ قاسمی سے کم جانے جاتے ہیں، 16/ اکتوبر 1973 کو الحاج ماسٹر محمد یوسف رحمہ اللہ کے گھر ڈلوکھر، مرزاپور، تھانہ لدنیا ضلع مدھوبنی میں آنکھیں کھولیں، دارالعلوم دیوبند سے فاضل اور متھلا یونیورسٹی سے ایم اے، بی ایڈ، پی ایچ ڈی کیا، یو جی سی کا نیٹ نکالا اور ان دنوں سی ایم بی کالج ڈیوڑھ، گھوگھرڈیہا، مدھوبنی میں اسسٹنٹ پروفیسر کے عہدے پر فائز ہیں، عمر فرید میموریل ایوارڈ برائے ادب اور انور جلال پوری ایوارڈ برائے نقابت حاصل کر چکے ہیں، ایوارڈ میں کیا سب ملا، دوستوں کو بھی نہیں بتاتے، اس لیے اسے پردۂ خفا میں ہی رہنے دیجیے، عکس سخن، درسگاہ اسلامی۔ فکر و نظر کی بستی، صدائے اعظم، دربھنگہ کا محرم تاریخ و تجزیہ، موصوف کی مطبوعہ کتابوں میں شامل ہے، یہ تو رہا مصنف کا تعارف، اب رخ کتاب کی طرف کرتے ہیں۔

227 صفحات کی اس کتاب کا پیش لفظ خود مصنف نے لکھا ہے، جس میں احوال واقعی کا ذکر ہے، قطعہ تاریخ پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برق کا ہے، کتاب کا انتساب والدین مرحومین کے نام ہے، جو مصنف کی سعادت مندی کی دلیل ہے "جن کی بے پناہ محبتوں اور دعاؤں کے صدقے" وہ علمی کاموں کے لائق بنے۔

ڈاکٹر عبدالودود قاسمی نے اس کتاب میں مولانا کے خاندانی حالات، نام و نسب، تحصیل علم، تدریسی خدمات اور تبحر علمی کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے، مولانا سجادؒ کی ازدواجی زندگی، جسمانی خد و خال، اخلاق و عادات، اساتذۂ کرام، تلامذہ، رفقائے کار اور معاصرین پر روشنی ڈالی ہے، مولانا سجادؒ کی سیاسی و سماجی خدمات، ان کی سیاسی بصیرت اور نقطۂ نظر کو بھی موضوع بحث بنایا ہے، انجمن علماء بہار، جمعیت علماء ہند، خلافت کمیٹی اور مسلم انڈیپنڈنٹ پارٹی کے قیام، مقاصد اور خدمات کو زیر بحث لا کر اس عہد کی ملی اور سیاسی تنظیموں کی خدمات اور طریقۂ کار پر کلام کیا ہے، "وفات سجادؒ" "یاد سجادؒ" "ماتم سجادؒ" "ذکر سجادؒ" اور قطعۂ تاریخ وفات کو بھی اس کتاب میں جگہ دی گئی ہے۔ (بقیہ صفحہ:۔۔۔)

کتاب کا بڑا حصہ مولانا سجاد کی اردو تصانیف، ان کے نثر کی خصوصیات اور ان تصانیف کی اہمیت کے جائزے پر مشتمل ہے جن کتابوں پر گفتگو کی گئی ہے اس میں حکومت الٰہیہ، فتاوی امارت شرعیہ، مقالات سجاد، سیاسی مقالات، مکاتیب سجاد، قانونی مسودے، خطبۂ صدارت، قضایا سجاد، امارت شرعیہ: شبہات و جوابات، خاص اہمیت کی حامل ہیں، مولانا کے افکار و خیالات ان کتابوں کی روشنی میں جاننے کی کوشش کی گئی ہے۔

آخر میں مولانا سجاد کے بارے میں ہم عصر ادبی و مذہبی اور دور حاضر کے دانشوروں کی آراء قلم بند کی گئی ہیں اور اس نتیجے پر پہنچا گیا ہے کہ ایک عالم دین، ایک مفکر، ایک مدبر و محقق اور انشاء پردازی کی تمام خوبیاں ان میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔

روشان پرنٹرس دہلی کے مطبع میں چھپی اس کتاب کا ناشر ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ہے، 200 روپے دے کر الفاطمہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ ڈیوکھر، بابو برہی، مدھوبنی بہار، بک امپوریم سبزی باغ پٹنہ، ناولٹی بکس و بک گیلری قلعہ گھاٹ دربھنگہ سے حاصل کر سکتے ہیں، مفت لینے کی خواہش ہو (جو اچھی نہیں ہوتی) تو مصنف کے موبائل 9534590987 پر فون کر لیں۔

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

قصر شاہی میں صحابیؓ کی استقامت وبیباکی: صحابہ کرام نے جب فارس پر حملہ کیا تو ایک ایسے شہر کا محاصرہ کیا جس میں بادشاہ کا تخت بھی تھا، محاصرہ کئے ہوئے مسلمانوں کو کافی دن گذر گئے، بادشاہ نے اپنے ہمنواؤں سے مشورہ کیا کہ ان لوگوں سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جائے، یہ تو جدھر بھی قدم اٹھاتے ہیں کامیاب ہوجاتے ہیں، اگر یہ ہم پر مسلط ہوگئے تو ہم کیا کریں گے، لوگوں نے مشورہ دیا کہ بادشاہ سلامت! آپ ان کو بلا کر اپنا دبدبہ اور جاہ وجلال دکھائیں، یہ بھوکے ننگے لوگ ہیں، یہ ہمارے مال ودولت سے ڈر جائیں گے، اس نے کہا، بہت اچھا، چنانچہ اس نے پیغام بھجوادیا کہ صلح کے لئے کوئی بندہ بھیجو، جو مذاکرات کرے، صحابہ کرام نے ایک صحابی کو اس طرف روانہ کیا۔ یہ ایسے صحابی تھے جن کا کرتا پھٹا ہوا تھا اور ببول کے کانٹوں سے سلا ہوا تھا، ان کے بیٹھنے کے لئے گھوڑے پر زین نہیں تھی، بلکہ ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر آئے اور ہاتھ میں صرف نیزہ تھا۔ وہاں جاکر بادشاہ کے تخت پر بیٹھ گئے، بادشاہ کو بڑا غصہ آیا کہنے لگا، تمہیں کوئی لحاظ نہیں کہ تم کس کے پاس آئے ہو، نہ کوئی آداب کا خیال ہے، نہ طریقہ نہ سلیقہ، فرمایا کہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بادشاہوں کے دربار میں اسی شان سے آنے کا طریقہ سکھایا ہے، یہ سن کر اسے بڑا غصہ آیا، کہنے لگا تم کیا چاہتے ہو؟ فرمایا: اَسْلِم تَسْلَمْ ۔ اسلام قبول کرلے سلامتی پاجا، کہنے لگا۔ نہیں قبول کرتا، فرمایا کہ اگر نہیں قبول کرتا تو پھر حکومت ہماری ہوگی اور تمہیں رہنے کی پوری آزادی ہوگی، اس نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اپنی حکومت ایسے بھوکے ننگے غریب لوگوں کے حوالے کردیں؟ صحابی فرمانے لگے۔ اچھا یاد رکھنا کہ اگر یہ بات نہ مانی تو ہم تمہارے ساتھ جنگ کریں گے، تلوار ہمارا اور تمہارا فیصلہ کرے گی۔

بھرے دربار میں تلواروں کے سایہ میں بادشاہ کو اس طرح بے خوف ہوکر ایک بات کہہ دی، درباریوں کے سامنے یہ بات سن کر بادشاہ کا پسینہ چھوٹ گیا، اس کی بڑی سبکی ہوئی، کہنے لگا، اچھا تمہاری تو یہ زنگ بھری تلواریں ہیں، تم ان کے ساتھ ہمارا کیا مقابلہ کروگے، آپ تڑپ کر بولے، اے بادشاہ! تم نے ہماری زنگ بھری تلواروں کو تو دیکھا ہے، لیکن تلواروں کے پیچھے والے ہاتھوں کو نہیں دیکھا، تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کن ہاتھوں میں یہ تلواریں ہیں۔ انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، اللہ رب العزت نے ان کو کامیابی سے ہمکنار کردیا، جی ہاں، جو غیر اللہ سے نہیں ڈرتے، اللہ تعالیٰ ان کی گفتار میں یوں تاثیر پیدا فرمادیتے ہیں

(خطبات ذوالفقار: ۳/۶۹)

لگاتا تھا جب نعرہ تو خیبر توڑ دیتا تھا ☆☆ ☆ حکم دیتا تھا دریا کو تو رستہ چھوڑ دیتا تھا

فراق محبوب میں تنا بھی سسکنے لگا: کھجور کے ایک تنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد نبوی بنائی تو اس میں منبر نہیں تھا، مسجد کے اندر کھجور کا ایک تنا تھا، اسی کے ساتھ ٹیک لگا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے، کچھ عرصہ کے بعد ایک صحابی تمیم داری نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر اجازت دیں تو ایک منبر بنالیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی، چنانچہ ایک منبر بنایا گیا، اگلی دفعہ جب خطبہ دینے کا وقت آیا تو آپ منبر پر کھڑے ہوگئے اور خطبہ دینا شروع کردیا، تھوڑی دیر کے بعد کھجور کے اس تنے میں سے اس طرح رونے کی آواز آنے لگی جیسے کوئی بچہ بلک بلک کر روتا ہے، سب لوگوں نے حیران ہوکر اس تنے کو دیکھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر سے نیچے اترے اور کھجور کے تنے کے قریب گئے، اس کے اوپر دست شفقت رکھا اور اس کو دلاسہ دلایا، حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گلے سے لگایا، تب وہ تنا اس طرح سسکیاں لیتے ہوئے چپ ہوا جیسے کوئی بچہ اپنی ماں کے سینے سے لگ کر چپ ہوتا ہے، کھجور کے تنے کو اتنی محبت تھی، اے کاش! ہمیں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھجور کے تنے جیسی محبت نصیب ہوجاتی۔

(خطبات ذوالفقار ص ۲/۱۰۵)

مئے خانہ سے خانۂ خدا تک: ایک مرتبہ جگر مرادآبادی بیٹھے ہوئے تھے کہ دل میں خیال آیا کہ نہ پیوں گا تو کیا ہوگا؟ اگر میں اللہ کو ناراض کر بیٹھا اور نفس کو خوش کرلیا تو کیا فائدہ ہوگا، چنانچہ ایسے ہی بیٹھے بیٹھے پینے سے توبہ کرلی، چونکہ بہت عرصہ سے پی رہے تھے اس لیے بیمار ہوگئے، ہسپتال گئے، ڈاکٹروں نے کہا کہ ایک دم چھوڑنا تو ٹھیک نہیں، تھوڑی سی پی لیں وگرنہ موت آجائے گی، پوچھنے لگے تھوڑی سی پی لوں تو زندگی کتنی لمبی ہوجائے گی؟ انہوں نے کہا دس پندرہ سال، کہنے لگے دس پندرہ سال کے بعد بھی تو مرنا ہے، بہتر ہے کہ ابھی مرجاؤں تاکہ مجھے توبہ کا ثواب مل جائے، چنانچہ پینے سے انکار کردیا، اسی دوران ایک مرتبہ عبدالرب نشتر سے ملنے گئے ماشاء اللہ وہ اس وقت وزیر تھے ان کا تو بڑا پروٹوکول تھا، یہ جب ان سے ملنے گئے تو چوکیدار نے سمجھا کہ کوئی مانگنے والا فریاد لے کر آیا ہوگا، چنانچہ اس نے کہا جاؤ میاں! وہ مصروف ہیں، انہوں نے کہا اچھا اپنے پاس سے کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نکالا اور اس پر ایک مصرعہ لکھ کر عبدالرب نشتر کو بھیجا کیونکہ وہ بھی صاحب ذوق تھے عجیب مصرعہ لکھا ۔

نشتر کو ملنے آیا ہوں میرا جگر تو دیکھ...

کہنا یہ دیکھئے، کیا ہی استاذانہ بات کہی! جب کاغذ کا پرزہ وہاں گیا تو عبدالرب نشتر اس پرزہ کو لے کر باہر نکل آئے، کہا، جناب! آپ تشریف لائے ہیں اور اندر لے گئے، بٹھایا اور حال پوچھا، چنانچہ بتایا کہ زندگی کا رخ بدل لیا ہے تھوڑے عرصہ کے بعد چہرے پر سنت سجالی لوگ ان کو دیکھنے کیلئے آتے تو انہوں نے اس حالت پر بھی شعر لکھ دیا اب چونکہ طبیعت سے تکلفات ختم ہوگئے تھے سادگی تھی اس لیے سیدھی سیدھی بات لکھ دی فرمایا:

چلو دیکھ آئیں تماشا جگر کا　　سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوا ہے

شیخ کامل کی صحبت سے جگر پر پھر ایسی واردات ہوتی تھیں کہ عارفانہ اشعار کہنا شروع کردیئے، چنانچہ ایک وہ وقت بھی آیا کہ اللہ رب العزت نے ان کو باطنی بصیرت عطا فرمادی ایک ایسا شعر کہا جو لاکھ روپے سے بھی زیادہ قیمتی ہے اس ساری تفصیل کے سنانے کا اصل مقصد بھی یہی شعر سنانا ہے جو اس عاجز کو بھی پسند ہے یہ شعر یاد کرنے کے قابل ہے۔

میرا کمال عشق میں اتنا ہے بس جگر　　وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانہ پہ چھا گیا

ذکر الٰہی سے فیضان باری کا ورود: حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنے زمانہ کا ایک واقعہ لکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ میں شیخ الہندا کے پاس جلالین پڑھا کرتا تھا، ایک رات تکرار کرنے بیٹھا (تکرار طلبہ کیلئے ضروری ہے "لکل شئی باب و باب العلم التکرار") فرماتے ہیں ایک اشکال ایسا وارد ہوا وہ رفع ہی نہیں ہوتا تھا۔ بڑی کوشش کی حتی کہ حاشیہ بھی دیکھا پھر بھی سمجھ میں نہ آیا، اوروں سے بھی پوچھا پھر بھی سمجھ میں نہ آیا اب چونکہ میں تکرار کرایا کرتا تھا اس لیے طلبہ نے کہا کہ میاں کل کا درس شروع ہونے سے پہلے اسے تم حضرت (شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھ لینا تاکہ پچھلا سبق کلیر ہوجائے (بات صاف ہوجائے) پھر اگلے سبق میں دشواری نہ ہو، میں نے ذمہ داری قبول کرلی، کہنے لگے صبح فجر کا وقت ہوا میں اپنی کتاب لے کر مسجد میں آگیا، فجر کی نماز پڑھی اور سلام پھیر کر میں جلدی اٹھا، مگر حضرت شیخ الہند اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے، جہاں وہ فجر کے بعد سے لے کر اشراق تک تخلیہ میں وقت گزارتے تھے جب میں دروازے پر پہنچا تو کنڈی بند پائی مجھے بڑی کوفت ہوئی، میں نے اپنے نفس کو بہت ہی برا بھلا کہا کہ تو نے سستی کی کہ حضرت اندر چلے گئے، اب وہ اشراق پڑھ کر باہر نکلیں گے اور بعد سبق پوچھنے کا وقت ہی باقی نہ رہے گا، میں نے سوچا کہ اب نفس کو سزا دینی چاہئے، وہ سخت سردی کا موسم تھا، میں نے کہا یہیں باہر کھڑے ہوکر انتظار کروتا کہ جب حضرت باہر نکلیں تو پھر فوراً پوچھ لیا جائے اور سبق سے پہلے پوچھنے کا کام مکمل ہوجائے فرماتے ہیں کہ میں باہر کھڑا ہوگیا اور حالت میری یہ تھی کہ میں سردی سے ٹھٹھر رہا تھا، میں نے سنا کہ اندر سے "لا الٰہ الا اللہ" کے ضرب لگانے کی آواز آرہی تھی، حضرت ذکر کررہے تھے اور مزہ مجھے آرہا تھا ایسا ذکر تھا، یہاں تک کہ ذکر کی لذت میں مجھے سردی کا احساس بھی نہ رہا، لیکن جب حضرت نے دروازہ کھولا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس موسم میں حضرت نے اس شد ومد کے ساتھ ذکر کیا تھا کہ جب دروازہ کھولا تو پیشانی پر پسینے کے قطرے قطرے نظر آرہے تھے، کہنے لگے کہ حضرت نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اشرف علی تم یہاں کیسے؟ عرض کیا کہ حضرت ایک اشکال وارد ہوا ہے اس کا جواب آپ سے پوچھنا ہے حضرت نے فرمایا کہ کونسی جگہ؟ تو میں نے کتاب کھولی حضرت نے وہیں کھڑے کھڑے تقریر فرمانی شروع کردی جب حضرت نے تقریر شروع کی تو میں حیران رہ گیا کہ نہ الفاظ مانوس تھے اور نہ معانی سمجھ میں آرہے تھے ایسا کلام فرمارہے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہ آیا، بات ختم کرنے پر فرمایا اشرف علی کچھ سمجھ میں آیا۔

اب میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضرت تھوڑا نزول فرمایئے تاکہ ہمیں بھی بات سمجھ میں آئے، میں نے کہا حضرت بات سمجھ میں نہیں آئی، جب حضرت نے یہ سنا تو وہیں دوبارہ کھڑے کھڑے تقریر شروع کردی کہنے لگے کہ اب کی بار جو تقریر کی اس کے الفاظ تو کچھ مانوس سے لگے، لیکن معنی اب بھی پلے نہیں پڑ رہے تھے دوسری مرتبہ حضرت نے پوچھا کہ سمجھے، میں نے پھر عرض کیا کہ حضرت میں تو نہیں سمجھ سکا تو فرمانے لگے کہ اچھا اشرف علی! میری اس وقت کی باتیں تمہاری سمجھ سے بالاتر ہیں کسی اور وقت میں مجھ سے پوچھ لینا یہ کہ کر حضرت چلے گئے، فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ اتنا ذکر کا اہتمام کرتے تھے اور اس کی وجہ سے اس وقت معارف کا اتنا نزول ہوتا تھا کہ ایک لفظ کوئی رنگ سے باندھتے تھے جو طلبہ کی استعداد سے بھی بالاتر ہوتا تھا۔ (دوائے دل، ص: ۱۲۱)

شیخ طریقت کی عزت باعث معرفت: حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے پاس ایک بزرگ آتے تھے ان کا نام تھا ابو ہاشم، امام احمد بن حنبلؒ ان کو ابو ہاشم صوفی کہا کرتے تھے، یہ صوفی کا لفظ امام احمد بن حنبلؒ فقیہ کی زبان سے نکلا ہے، جب وہ آتے تو امام احمد بن حنبلؒ اپنا درس بھی موقوف کرکے کھڑے ہوجاتے تھے اور ان کو پاس بٹھاتے، اب طلبہ کے دل میں اشکال ہوتا کہ امام صاحب اتنے بڑے عالم، جبال العلم اور یہ تو ایک ذاکر شاغل بزرگ ہیں، ان کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور درس بھی کئی دفعہ چھوڑ دیتے ہیں، ان کی باتیں سنتے ہیں، تو ایک شاگرد نے پوچھ لیا کہ حضرت ہمیں سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ ان کا اتنا اکرام کیوں کرتے ہیں؟ امام احمد بن حنبلؒ نے عجیب عالمانہ جواب دیا، فرمایا: دیکھو! میں عالم بکتاب اللہ ہوں اور ابو ہاشم عالم باللہ ہیں اور عالم باللہ کو عالم بکتاب اللہ پر فضیلت حاصل ہے، امام صاحب ان کی صحبت اختیار فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر ابو ہاشم کوفی نہ ہوتے ریاء کی باریک باتوں سے میں کبھی واقف نہ ہوسکتا۔ (دوائے دل: ۲۴۹)

مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے　　صد شکر حق نے آپ کا سائل بنادیا

اتباع سنت، ہر مشکل کی کلید: حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب کے رفقاء اور اہل تعلق نے اصرار کیا کہ حضرت والا ان صاحب کی دعوت ضرور قبول فرمالیں، یہ امریکہ کی ایک اہم یونیورسٹی میں کسی دعوت شعبہ کے صدر ہیں اور بہت ہی ذہین اور زیرک انسان ہیں مگر ان کی کمزوری یہ ہے کہ اہل دین خصوصاً علمائے دین کو دقیانوسی سمجھتے ہیں اور دین داروں کا اکثر مذاق اڑاتے ہیں' اگر حضرت والا نے ان کی دعوت قبول فرمالی تو حضرت کی صحبت مبارکہ اور توجہ سے امید ہے کہ یہاں نیویارک میں دین اور دعوت کا بہت کام کریں گے اس لیے کہ یہ عبقری صلاحیت کے انسان ہیں۔ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب نے رفقاء کے اصرار پر ان صاحب کی دعوت قبول فرمالی' دوپہر کے وقت وہ صاحب حکیم الاسلام کو اپنی گاڑی میں اپنے گھر لیکر گئے اور اپنے مزاج سے مجبور ہوکر انہوں نے حضرت کے ساتھ بھی دعوت کھلانے میں ایک کھیل کھیلا جو وہ اکثر دین داروں کے ساتھ ان کو دنیا سے نابلد سمجھ کر کھیلا کرتے تھے انہوں نے حضرت کے اکرام میں ڈائننگ ٹیبل کے بجائے دسترخوان بچھایا مگر دسترخوان پر مختلف رنگوں اور ڈیزائنوں کی کراکری' چھریاں' کانٹے' پھول گلدستے' چمچ' پلیٹیں سجا کر رکھ دیں اور حضرت سے عرض کیا کہ حضرت شروع فرمائیں؟ حکیم الاسلام حضرت قاری صاحب نے فرمایا کہ مجھے بڑا عجیب لگا کہ برتن اور چھری کانٹے کراکری سب سجادی ہیں' کھانا ہے ہی نہیں اور میزبان کہہ رہا ہے کہ شروع کیجئے تو حضرت نے فرمایا کہ میں نے رہنمائی کیلئے اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں سنت کے دروازہ پر حاضری دی وہاں سے فوراً رہنمائی ہوئی اور میرے اللہ نے مشکل حل کردی میں نے ان سے عرض کیا: سنت یہ ہے کہ میزبان پہلے شروع کرے' یہ ایک غلط بات' خلاف سنت ہمارے معاشرہ میں رائج ہے کہ مہمان پہلے شروع کرے' سنت یہ ہے کہ میزبان پہلے شروع کرے' ان صاحب نے وہ کانٹے چھریاں' پھول اور پلیٹیں توڑ کر کھانا شروع کردیں وہ سب فاسٹ فوڈ آئٹمز تھے جو انہوں نے کانٹے' چھریوں' گل دستوں اور برتنوں کی شکل میں تیار کرائے تھے ہم لوگوں نے ان کو دیکھ کر کھانا کھایا اور دعوت کا مزہ لیا اور ان صاحب کا یہ خیال غلط ثابت ہوا کہ دین دار لوگ دقیانوسی سوچ کے لوگ ہوتے ہیں اور چودہ سو سالہ دین اس نئے زمانہ کیلئے موزوں نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

بغض وحسد سے بچئے

مولانا محمد جرجیس کریمی

مسلمانوں کے لامتناہی اختلافات کے اسباب کے بارے میں غور کیا جائے تو بنیادی طور پر ایک سبب ہر جگہ کام کرتا نظر آتا ہے، وہ ہے مسلمانوں کے درمیان باہمی تحاسد وتباغض، کہنے میں یہ الفاظ ہلکے پھلکے لگتے ہیں مگر حقیقت میں یہ دل ودماغ پر مسلط رہنے والے گہرے امراض کا نام ہیں، جن میں ملت کے افراد بری طرح مبتلا ہیں، سوال یہ ہے کہ اس مرض کا پھیلاؤ اتنے وسیع پیمانے پر کیسے ہوا، جس سے ملت کے تقریباً تمام افراد متاثر ہوئے اور اب اس کا کوئی علاج ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ جب تک ان سوالات کا گہرائی سے جائزہ نہ لیا جائے مرض کا خاتمہ نہیں ہوسکتا اور اس سے ملت اسی طرح نیم جان لخت لخت بنی رہے گی۔

اختلاف کی بنیاد اگر صرف فرقہ ومسلک یا زبان وجغرافیہ ہوتا تو ایک فرقہ ومسلک کے ماننے والوں یا ایک زبان وایک خطے میں رہنے والوں کے درمیان باہم اختلافات نہ ہوتے، مشاہدہ بتاتا ہے کہ ان عوامل کے ساتھ ایک فرقہ ومسلک کے ماننے والوں کے درمیان بھی شدید اختلافات موجود ہیں، اسی طرح دیگر مظاہر کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے، یہاں تک کہ ایک خاندان ونسب کے افراد کے درمیان بھی اختلافات پائے جاتے ہیں اور بسا اوقات بہت ہی شدید اختلافات ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ان میں آپس میں لڑائی جھگڑے ٹھنی رہتی ہے۔ معلوم ہوا کہ اختلافات کی بنیاد دوسری ہے اور وہ ہے تحاسد وتباغض۔

تحاسد وتباغض کے معنی ہیں ایک دوسرے سے بغض وحسد کا معاملہ کرنا، یعنی طرفین میں حسد کا مواد بھرا ہوا ہو۔ اس سے خود اختلاف کا سبب سمجھ میں آجاتا ہے۔ حسد وبغض کا ایک طرفہ معاملہ ہو تو اس کو قابو میں کیا جاسکتا ہے، مگر دونوں طرف برابر آگ لگی ہو تو اس میں اضافہ کا امکان دوگنا ہوجاتا ہے، مسلمانوں کی موجودہ نفسیات یہی ہے کہ وہ غیروں کے سامنے چھوٹے بن جائیں گے، غیروں سے نرمی کا مظاہرہ کرلیں گے، ان کے سامنے ضرورتاً جھک بھی جائیں گے اور غیروں کی ہر ترقی وخوشحالی ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرلیں گے، مگر اپنے مسلمان بھائی کے معاملے میں وہ ایسا ہرگز نہیں کرسکتے، آپس میں نرمی ومحبت، صلح ورواداری، عفو ودرگزر، ایثار وقربانی، دوسرے کی ترقی سے خوشی کا مظاہرہ نہیں کرسکتے، اس سے ان کی شان ختم ہوجانے کا خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ آپس میں صلح ورواداری سے ان کی کمزوری کا اظہار ہوتا ہے اور ایثار وقربانی حریف کے سامنے جھکنے کے مترادف ہے، لہذا مسلمان ان صفات سے عاری ہوتے چلے گئے، نتیجتاً ان کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جارہی ہے۔

مسلمانوں کی عملی زندگی کا ایک تضاد دین داری اور مادہ پرستی کے درمیان ہے، مسلمان بظاہر آخرت کو ترجیح دینے والا ہوتا ہے، مگر آخرت طلبی کے پردے میں مادہ پرستی بھی کارفرما ہوتی ہے، عام معنی میں مادہ پرستی کسب رزق سے بھی وابستہ ہے مگر دونوں میں نمایاں فرق ہے، کسب رزق کا اسلام نے حکم دیا ہے جب کہ مادہ پرستی ممنوع ہے، کمائے بغیر اہل وعیال کی پرورش وپرداخت نہیں ہوسکتی، جس کی اسلام نے تاکید کی ہے، مگر مادہ پرستی دوسری چیز ہے، اس میں مادی مفادات کو اپنے اوپر غالب کرلینے، ذاتی مفادات کے لئے ہر طرح کے دینی واجتماعی مفادات کو زَک پہنچانے سے لے کر اللہ تعالی کی عبادت کی بجائے مادہ کی عبادت تک سارے مفہوم شامل ہیں، امام غزالی فرماتے ہیں کہ دو افراد کے درمیان ٹکراؤ کا بنیادی سبب مفادات کا ٹکراؤ ہوتا ہے، موجودہ دور کے مسلمانوں میں چونکہ مادہ پرستی غالب ہے، لہذا ان میں ٹکراؤ بھی عام ہے۔ اس کا علاج یہی ہے کہ مادہ کی حقیقی حیثیت کو سمجھا جائے اور دینی، ملی اور اجتماعی مفادات پر ذاتی مفادات کو ترجیح نہ دی جائے۔

حسد کی نفسیات یہ ہے کہ اس میں محسود کے لیے زوال نعمت کی تمنا کی جاتی ہے، یہ ایک منفی سوچ ہے۔ مسلمان عمومی طور پر اس منفی نفسیات کے شکار کیسے ہوئے؟ یہ ایک قابل غور نکتہ ہے۔ اس سلسلے میں مسلمانوں کی سیاسی و معاشرتی زوال پذیری کا دخل ہے۔ مسلمان ایک عرصہ تک دنیا میں سیاسی و معاشرتی طور پر غالب رہے ہیں، اب یہ غلبہ ختم ہوگیا ہے اور ان کی جگہ دوسری اقوام غالب ہیں۔ رفتہ رفتہ مغلوب قوم میں یہ نفسیات پروان چڑھنے لگتی ہے کہ وہ اپنی قوم کے افراد کی کسی پہلو سے ترقی نہیں دیکھ پاتی۔ خود ترقی نہیں کرسکتے تو دوسرے بھی ترقی نہ کریں اور اگر کوئی دوسرا اس سے آگے بڑھ رہا ہے تو اس کو روکا جائے، ظاہر ہے کہ اس سے ایک دوسرے سے نفرت ودوری پیدا ہوتی ہے اور جذبہ حسد میں کسی طرح کی کمی ہونے کی بجائے اس میں اور اضافہ ہوجاتا ہے، لہذا مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے لیے زوال نعمت کی تمنا کرنے کی بجائے ایک دوسرے کی خیر خواہی کی نفسیات پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

مسلمانوں کے اندر ایک چیز بڑی شدت سے محسوس کی جاتی ہے وہ ہے تن آسانی، تساہلی اور محنت سے جی چرانا اور ظاہر ہے جہاں پر یہ چیزیں ہوں گی وہاں ترقی نہیں ہوگی اور جب ترقی نہیں ہوگی تو لازماً تنگی ہوگی اور جہاں تنگی ہو وہاں حسد وبغض کا ہونا ضروری ہے، مسلمانوں کے اندر اللہ معلوم یہ سوچ کیسے پروان چڑھی ہے کہ ان کے لیے دسترخوان ہر وقت بغیر محنت کے بچھا رہنا چاہیے، ایک طرف محنت سے جی چراتا ہے دوسری طرف دسترخوان میں انواع واقسام کے کھانوں کی خواہش ہے، ظاہر ہے کہ یہ دو متضاد چیزیں ہیں، محنت کے بغیر آرام نہیں، محنت ہی کی بنیاد پر ترقی ہے اور محنت ہی کی بنیاد پر تبدیلی ہے، مسلمان اس بات کو جب تک نہیں سمجھ لیں گے جب تک ان کے درمیان باہمی تحاسد وتباغض کی کیفیت کم نہیں ہوسکتی، انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالی کے منتخب کردہ بندے ہوتے تھے، مگر ان کو بھی اپنی روزی روٹی کمانے کے لیے محنت تدبیر کرنی پڑتی تھی، مسلمان اگر صاحب ایمان ہیں تو اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ان کے لیے آسمان سے من وسلوی نازل ہونا ضروری ہے، اللہ تعالی کے یہاں برکت ضرور ہے مگر محنت کے بعد، معجزات سے اتمام حجت ضرور ہوتا ہے، مگر قوموں کی معاشی وسیاسی صورت حال نہیں بدلتی، جیسا کہ اللہ نے قرآن میں فرمادیا ہے: "اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا، جب تک وہ قوم خود اپنی حالت نہ بدل لئے"۔ (الرعد:۱۱)

مسلمانوں میں باہمی تحاسد وتباغض کا ایک سبب اسلامی اخوت کا فقدان بھی ہے، ٹرین میں آپ سفر کررہے ہوں تو ایک اجنبی مسلمان فرد آپ کو محض اسلامی بنیاد پر اپنی جگہ نہیں بٹھائے گا (الا ماشاء اللہ) جب کہ غیر مسلموں میں ایسے مناظر عام طور پر دیکھنے کو مل سکتے ہیں، یہ صرف معمولی مثال ہے، اس کو پوری زندگی میں دیکھا جاسکتا ہے، مسلمان خودغرضی اور ذاتی مفادات سے اوپر اٹھ ہی نہیں پاتے، یہاں پر یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ شریعت میں عصبیت سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن جاننا چاہیے کہ جس عصبیت سے منع کیا گیا ہے وہ کسی کی بے جا طرفداری ہے، ورنہ قرآن میں بر وتقوی کی بنیاد پر ایک دوسرے کے تعاون کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح "اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" کا درس دیا گیا ہے، علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ جس قوم کے اندر عصبیت نہ ہو وہ قوم دھیرے دھیرے ختم ہوجاتی ہے، اس کے ساتھ عصبیت سے قوموں کے باہمی روابط وتعلقات کا پتہ چلتا ہے اور جب کسی قوم کے افراد کے درمیان اپنے مخصوص مفادات کے علاوہ کوئی رابطہ ہی نہ ہو تو ظاہر ہے کہ لاتعلقی ہوگی اور جہاں لاتعلقی ہو وہاں دوری خود بخود پیدا ہوجاتی ہے اور جب دوری ہو تو وہ ساری خرابیاں در آتی ہیں جن سے ایک قوم کے افراد آپس میں اجنبی بن جاتے ہیں، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے گھل مل کر رہنے والے مسلمان کو پسند فرمایا ہے۔

مسلمانوں میں باہمی تحاسد وتباغض کا ایک سبب باہمی حقوق کی پامالی ہے، یہ بات جاننا چاہیے کہ اسلام کا ایک مقصد دنیا سے ظلم وناانصافی کا خاتمہ بھی ہے، ذاتی طور پر ہر مسلمان حقوق سے بہرہ مند ہونے کی جس طرح توقع رکھتا ہے، اسی طرح اسے دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی بھی فکر ہونی چاہیے، اسلام نے تمام حقداروں کو متعین کردیا ہے اور ان کے حقوق بھی بتا دیے ہیں، جن میں والدین، اولاد، زوجین، رشتہ دار، پڑوسی سے لے کر عام مسلمانوں اور عام انسانوں بلکہ عام حیوانوں تک کے حقوق شامل ہیں اور یہ بات بھی جاننی چاہیے کہ متعلقہ حقوق کی ادائیگی فی الواقع ادائیگی ہی سے ہوتی ہے، خوش نما الفاظ اور دوسرے دیگر حیلہ وترکیب سے نہیں ہوتی، اس کی مثال یہ ہے کہ والدین کا حق ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، اب اگر کوئی شخص ان کے ساتھ حسن سلوک نہ کرے مگر حسن سلوک کے موضوع پر اچھی تقریر کرلے تو اس سے اس کے والدین کے حقوق ادا نہیں ہوسکتے، ظاہر ہے کہ اسلام عملی دین ہے اور عمل کے بغیر اسلامی تعلیمات کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔

باہمی حقوق کے تعلق سے مسلمانوں کی موجودہ صورت حال ناگفتہ بہ ہے، تمام متعلقہ حقدار ایک دوسرے سے نالاں وشاکی نظر آتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ حقوق کی ادائیگی کی سنجیدہ کوشش نہیں ہے، آج مسلمان اپنے حقوق کے حصول کے لیے عدالتوں کا جتنا چکر کاٹتے ہیں دوسری قوم کے افراد اتنا چکر کاٹتے ہوئے نہیں ملیں گے، ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے جو حقوق باہمی میل ومحبت کے ذریعے مل سکتے تھے وہ عدالتی چارہ جوئی کے بعد ملتے ہیں یا بسا اوقات نہیں بھی ملتے، ایسی صورت میں ان میں باہم خوشگوار تعلق کی توقع نہیں رکھی جاسکتی، بلکہ ان میں تحاسد وتباغض ہی کی کیفیت ہوگی۔

مسلمانوں میں باہمی تحاسد وتباغض کا ایک سبب کسی اعلیٰ مقصد کا فقدان بھی ہے، فی الوقت ان کی زندگی کا کوئی اعلیٰ اور بڑا مقصد وہدف نہیں ہے، انہیں دنیا میں اسلام کی تبلیغ وترویج نہیں کرنی ہے، کیونکہ ان کے آبا واجداد نے ساری دنیا میں اسلام پھیلا دیا اور جو لوگ اس وقت اسلام سے مشرف نہیں وہ اپنی قسمت کے مارے ہوئے ہیں، ان کی فکر کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری نہیں، دنیا میں مسلمانوں کو حکمرانی بھی نہیں کرنی ہے، کیونکہ ان کے آبا و اجداد یہ سب ایک طویل عرصے تک کر گزرے ہیں۔ کچھ عرصے تک ان کو محکومیت کی زندگی بھی گزارنی چاہیے، مسلمانوں کو جدید سائنس وٹیکنالوجی ترقیوں سے بھی کچھ لینا دینا نہیں ہے، کیونکہ اس کے لیے امریکہ ویورپ والے موجود ہیں اور فضول کے بکھیڑے میں وہ اپنے آپ کو ڈالنا نہیں چاہتے۔ ظاہر ہے کہ جس قوم کی ایسی سوچ بن جائے اور وہ تمام اعلیٰ مقاصد و اہداف سے کنارہ کش ہوجائے تو اس کے اندر چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے جھگڑنے کے سوا کچھ نہیں رہ جاتا۔

مسلمانوں میں باہمی تحاسد وتباغض کا ایک اہم سبب تنگ نظری بھی ہے، تنگ نظری کے معنی نظر کو تنگ کرکے دیکھنا یعنی دیکھنے کی جگہ کشادہ ہو مگر زاویہ نگاہ تنگ ہو کہ اس تنگی میں آدمی صرف اپنی ذات کو دیکھ سکے، مثلاً: میرے پاس سب کچھ ہو مگر دوسرے کے پاس کچھ نہ ہو، میں دنیا کی تمام نعمتوں سے مستفید ہوتا رہوں مگر دوسرا ہر چیز سے محروم رہے۔ تنگ نظری کے معنی میں اپنے لیے پانے سے زیادہ دوسروں کی محرومی زیادہ اہم ہوتی ہے، تنگ کو اپنے پائے سے اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی کہ دوسرے کے نہ پانے سے ہوتی ہے، تنگ نظری کی کوئی حد نہیں ہے۔ کسی بڑی چیز کے لیے بھی تنگ نظری کا مظاہرہ ہوسکتا ہے اور معمولی بات کے لیے بھی، موجودہ دور میں مسلمان دوسری اخلاقی بیماریوں کے ساتھ تنگ نظری کا بھی بری طرح شکار ہیں، خاص طور سے اجتماعی زندگی میں اس کا بہت مظاہرہ ہوتا ہے۔ عہدہ و مناصب کے لیے رسہ کشی سے لے کر دفتر کے کمروں اور الماریوں کی کنجیوں کے حصول تک تنگ نظری ایک اہم عامل کی حیثیت سے کام کرتی ہے، ظاہر ہے کہ جس جگہ تنگ نظری ہو وہاں سب وشتم سے لے کر جدال وقتال تک ہونا بعید نہیں ہے، اس لیے قرآن وحدیث میں اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے اور اس کو قوموں کی ہلاکت کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

بغض وحسد سے متعلق ایک بات جاننی چاہیے کہ یہ ایک ایسا بیج ہے کہ اگر ایک بار دل کے کھیت میں پڑ جائے تو اس کی جڑیں مشکل ہی سے ختم ہوتی ہیں اور اس سے برگ وبار نکلتے رہتے ہیں لہذا شعوری طور پر یہ کوشش ہونی چاہیے کہ اس کا بیج دل کی سرزمین میں نہ پڑنے پائے، خود اپنے لیے بھی کوشش کرنی چاہیے اور دوسرے کے سلسلے میں بھی یہی کوشش ہو، اس کا سیدھا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کے دیے ہوئے پر راضی رہا جائے اور اس کی نعمتوں کا شکر بجالایا جائے۔ حدیث میں اس لیے اس شخص کو "اغنی الناس" کہا گیا ہے، جو لوگوں سے لینے کے تعلق سے بے نیاز رہے اور اللہ تعالی کے دیے ہوئے پر قناعت کرے، اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بندوں کے تعلق سے دل کو ایک صاف آئینہ بنا کر رکھا جائے، بغض وکینہ کی گرد پڑنے کا کوئی موقع آئے تو احساس بندگی اور انکساری کے رومال سے صاف کردیا جائے، اس لیے حدیث میں اس شخص کی تعریف کی گئی ہے جس کے دل میں کسی کے لیے کینہ نہ ہو اور اس شخص کی مذمت کی گئی ہے، جو کینہ پرور ہو، اگرچہ یہ باتیں مشکل ہیں مگر اس کا علاج یہی ہے۔

Scanned with CamScanner

بچے قدرت کا بہترین عطیہ

مولانا نورالحق رحمانی

بچے قدرت کا وہ گراں قدر عطیہ اور عظیم تحفہ ہیں جنہیں خود خالق کائنات نے دنیاوی زندگی کی زینت (الکہف) اور صالح اولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے (الفرقان) جس طرح پھول اور کلیاں پارکوں اور باغیچوں کی زینت ہیں اسی طرح بچے گھر اور سماج کی زینت ہیں اور نہ صرف دنیاوی زندگی کی زینت بلکہ وہ جنت کی بھی زینت ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں جہاں جنت کی بہت سی نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے ان میں جا بجا ''ولدان اور غلمان'' کا تذکرہ خاص اہمیت کے ساتھ کیا ہے اور انہیں بکھرے ہوئے خوبصورت موتیوں سے تشبیہ دی ہے، اولاد انسان کی بنیادی ضرورت ہے اس لیئے صاحب اولاد بننے کی خواہش انسان کے دل میں ودیعت کی گئی ہے اولاد زندگی کے کاموں میں انسان کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ تعاون کرتی ہے اس کے مشن کو لے کر آگے بڑھتی اور بڑھاپے کی حالت میں والدین کا سہارا بنتی ہے اور خدمت کرتی ہے اور اس فانی دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد ان کی یادگار کی حیثیت سے قائم رہ جاتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک فرمان کی روشنی میں نیک اولاد اپنی دعاؤں اور نیکیوں کے ذریعہ اپنے مرحوم والدین کے اعمال خیر میں اضافہ کرتی رہتی ہے۔ اس لئے اولاد کی تمنا انسانی فطرت ہے اور اس کے لئے اللہ رب العزت سے دعاء کرنا ایک پسندیدہ عمل اور برگزیدہ نبیوں کی سنت ہے قرآن کریم نے ابوالانبیا سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا نقل کی ہے کہ انہوں نے دعوت الی اللہ کے کام میں تعاون کے لئے اور اپنے بعد بھی مخلوق کے درمیان پیغمبرانہ مشن کو جاری رکھنے اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے کے لئے رب سے صالح اولاد کی دعاء فرمائیے۔ رب هب لی من الصالحین (الصافات:100) اللہ تعالی نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام جیسا اطاعت شعار اور بردبار فرزند اور حضرت اسحاق علیہ السلام جیسا صاحب علم لخت جگر عطا فرمایا۔ جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت کا ذریعہ بنے اور پیغمبرانہ مشن میں ان کے دست و بازو بنے اور پھر ان کی نسل میں تسلسل کے ساتھ بڑی تعداد میں انبیاء مبعوث ہوتے رہے اور ان کے مشن کو آگے بڑھاتے رہے، اسی طرح سورہ آل عمران اور سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا تذکرہ کیا ہے کہ بڑھاپے میں انہوں نے بھی اس پاکیزہ مقصد کے لئے اللہ تعالی سے اولاد کی دعاء فرمائی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا بھی قبول فرمائی اور انہیں حضرت یحییٰ فرزند ارجمند عطا کیا۔

بہر حال بچوں کی اہمیت دینی اور دنیوی ہر لحاظ سے مسلم ہے۔ یہی بچے بڑے ہو کر اپنے بڑوں کی جگہ لیتے ہیں، حکومت کی باگ ڈور سنبھالتے ہیں اور ملک و ملت کی قیادت کرتے ہیں۔ اس لئے ان کا بننا اور سنورنا اور شائستہ اور تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے ورنہ ان کے بگڑنے سے ملک و معاشرہ بگڑے گا اور ہلاکت اور تباہی سے دوچار ہو گا۔ اس لئے ہر مذہب و ملت نے ان کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کی ضرورت محسوس کی ہے اور اس کا خیال رکھا ہے اسلام چوں کہ دین فطرت اور خدا کا آخری پیغام ہے اس لئے اس نے بچوں کی خاص رعایت کی ہے اور پیدائش سے لیکر سن شعور کی منزل میں قدم رکھتے تک ان کے سلسلہ میں واضح ہدایات دی ہیں اور والدین، سرپرستوں اور مربیوں کو ان کی بہتر تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ کیا ہے اور ان کی دینی، جسمانی، اخلاقی، روحانی اور علمی و فکری تربیت سے متعلق احکام دیئے ہیں قرآن کریم نے کہیں یوصیکم اللہ فی اولادکم (النساء) ''اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے'' کہہ کر پورے انسانی معاشرے کو بچوں کے حقوق کی طرف متوجہ کیا ہے اور کہیں خاص طور پر والدین کو اولاد کے قتل نہ کرنے کے سلسلے میں مخاطب کیا ہے۔ ولا تقتلوا أولادکم خشیة املاق (بنی سرائیل) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی اچھی تعلیم و تربیت کو اولاد کے حق میں سب سے بہتر عطیہ قرار دیا ہے (ترمذی)،

بچوں کی تربیت کے مختلف مرحلے ہیں، اور ہر مرحلہ کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن ابتدائی مرحلہ دوسرے مرحلوں کے مقابلہ میں اس لئے زیادہ اہم ہے کہ اس میں بچہ نہایت کمزور و ناتواں اور مربی کی ہمہ وقت توجہ کا محتاج رہتا ہے اور ایک طویل عرصہ تک اسے والدین کی شفقت، محبت، توجہ، نگرانی اور سرپرستی و رہنمائی کی ضرورت رہتی ہے، اس کے برخلاف دوسرے جانوروں کے بچے بڑی حد تک خود کفیل ہوتے ہیں اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اپنے ماں باپ سے بے نیاز ہو جاتے ہیں، بلکہ بعض جانوروں کے بچے تو پیدائش کے بعد ہی سے ماں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں، اسی لئے قدرت نے والدین کے دل میں اولاد کی فطری محبت رکھی ہے تاکہ وہ والدین کی چاہت سے ان کی حفاظت و کفالت اور تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ رہیں اور انہیں بہتر سے بہتر انسان بنانے کے لئے ہر قسم کی صعوبت اور مشقت برداشت کریں یہ گویا بچوں کی تربیت کا ایک قدرتی انتظام ہے، بچوں کی تربیت کا ابتدائی مرحلہ بڑا ہی نازک ہوتا ہے اور اس دور کے حالات و واقعات کا بچوں پر بڑا گہرا اثر پڑتا ہے اور وہ غیر شعوری طور پر ان باتوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ بلکہ زمانہ حمل میں بھی عورتوں کی زندگی بہت محتاط ہونی چاہیئے۔ بچوں کی طبیعت نقالی کی ہوتی ہے، وہ اپنے والدین اور گردوپیش کے لوگوں کو جو کچھ کرتے دیکھتے ہیں اس سے متاثر ہوتے ہیں اور ان کی نقل اتارتے ہیں اور جو کچھ سنتے ہیں اسے یاد رکھتے ہیں۔ ان کا ذہن و دماغ سادہ تختی کی مانند ہے کہ اس میں جیسی چاہیں تحریر لکھ دیں اس لئے اگر کسی گھر میں دینداری اور تقویٰ اور پرہیزگاری کے فضا ہو، تعلیم و تربیت کا ماحول ہو، تو اس گھر کے بچے لازماً دیندار، مہذب اور شائستہ ہوں گے، اس لئے برخلاف اگر کسی گھر میں بد دینی، فسق و فجور اور لڑائی جھگڑے کا ماحول ہو، جہالت اور بدسلیقگی کے فضا ہو تو اس گھر کے بچے بھی بد دین، بداخلاق، فاسق و فاجر، لڑاکو اور جھگڑالو اور تہذیب و شرافت سے دور ہوں گے اس لئے بچوں کی اچھی تربیت کے لئے گھر کا بہتر ہونا ضروری ہے اور اس سلسلہ میں والدین کا کردار بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

سیکولر پارٹیوں کے لئے چیلنج بھرا ہے 2024 کا لوک سبھا الیکشن

بی جے پی کو 2024 لوک سبھا الیکشن میں چیلنج دینے کے لیے بنائے گئے محاذ ''انڈیا'' اپنا موجودہ وجود رکھ پائے گا یا نہیں اس پر ابھی سے شک و شبہات ظاہر کیے جانے لگے ہیں۔ صرف دو میٹنگ قبل جس اتحاد کی داغ بیل پٹنہ میں پڑی تھی اس کو بنگلور کے اجلاس میں نام دے دیا گیا، مگر ایسے وقت میں جب کانگریس پارٹی آئندہ لوک سبھا انتخابات کے لیے اپنی حکمت عملی وضع کر رہی ہے اور مختلف ریاستوں کی راجدھانیوں میں سیاسی ماحول کو سابقہ انتخابی نتائج اور دیگر اعداد و شمار کی روشنی میں آنکا جا رہا ہے۔

کئی ریاستوں میں کانگریس کے حوصلے بلند ہیں، مگر دہلی میں جب لوک سبھا کی 7 سیٹوں پر الیکشن لڑنے کے بعد تجزیہ کیا گیا تو اعلی لیڈروں کی اس میٹنگ میں ایک لیڈر نے یہ کہہ دیا کہ کانگریس پارٹی جو ملک کی سب سے قدیم سیاسی پارٹی ہے، دہلی کی تمام سیٹوں پر اپنی امیدوار کھڑے کرے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ بیان ایسے وقت میں دیا گیا ہے جب چند روز قبل پارلیمنٹ کی کارروائی میں عام آدمی پارٹی اور کانگریس نے غیر معمولی تال میل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کے لیے اہمیت کے حامل ایشوز کو پارلیمنٹ کے اندر اور باہر زوردار طریقہ سے اٹھایا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ بی جے پی کے مخالف سیاسی محاذ متحد ہے۔ انڈیا کی تمام سیاسی پارٹیاں جو کہ 2024 کا الیکشن ایک ساتھ مل کر لڑنا چاہتی ہیں مگر ان میں کئی ریاستوں میں آپس میں اختلافات ہیں۔

مبصرین کی رائے ہے کہ دہلی ہندوستان کی راجدھانی ہے اگر چہ یہ چھوٹا صوبہ ہے، جس میں لوک سبھا کی صرف 7 سیٹیں ہیں، مگر قومی سیاست میں دہلی میں کوئی بھی پارٹی اقتدار میں رہتی ہے تو یہ اس کے وقار کی بات ہے، دہلی میں عام آدمی پارٹی کا اسمبلی میں مکمل قبضہ ہے، مگر پارلیمنٹ کی ساتوں سیٹوں پر بی جے پی کامیاب ہوتی آرہی ہے۔ ایسے حالات میں بی جے پی کے مخالف محاذ ''انڈیا'' کے قومی سطح پر بڑے پلیئر کانگریس کی کیا پوزیشن ہوگی جس کی نہ تو اسمبلی میں اور نہ ہی پارلیمنٹ میں کوئی سیٹ ہے۔ عام آدمی پارٹی نے جن ایشوز پر بی جے پی کی مخالفت کی ہے، ان پر کانگریس پارٹی کو بھی اصولی طور پر اتفاق ہے، مگر یہ اصولی اتفاق زمینی سطح پر کس طرح عمل میں آئے گا۔ یہ کہنا مشکل ہے۔ دہلی میں کانگریس پارٹی سمٹتی جا رہی ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ دہلی یونٹ میں کوئی جان نہیں ہے، اگر چہ اس کی تنظیم پرانی اور مضبوط ہے، مگر اس کے لیڈران لگاتار شکست کا شکار ہونے کے بعد بالکل حاشیہ پر جا چکے ہیں۔

کپل سبل جیسے سینئر لیڈر اور اعلیٰ درجہ کے سیاست داں پارٹی چھوڑ کر اپنے آپ کو غیر جانبدار ماہر قانون اور سیکولر جمہوری طاقتوں کے علمبردار کے طور پر سماجوادی پارٹی کی حمایت سے ممبر پارلیمنٹ بننے میں کامیاب ہو گئے ہیں، مگر ان کی غیر موجودگی میں کانگریس میں رہا سہا دم خم بھی ختم ہو گیا ہے۔ جے پرکاش اگروال جیسے سینئر لیڈر بی جے پی کی چکا چوند کے آگے اثر و رسوخ کھو چکے ہیں۔ کئی لیڈر 1984 کے دہلی فسادات میں داغ دار ہو کر اچھوت بنے ہوئے ہیں۔

ایسے حالات میں کسی بھی پرکشش لیڈر کا نہ ہونا دہلی میں کانگریس کے مسائل کو بڑھا رہا ہے۔ چند روز قبل کانگریس کے لیڈروں کی میٹنگ میں جب دہلی کی صورت حال پر غور کیا گیا تو ان کے سامنے اسی طرح کے تمام مسائل زیر غور آئے ہوں گے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ کانگریس پارٹی ملک کی مختلف حصوں میں اپنا کھویا ہوا وقار بحال کرتی جا رہی ہے، مگر ان حالات میں بھی دہلی میں اس کی اہمیت قائم نہیں ہو پا رہی ہے۔ اتنی بڑی پارٹی کا راجدھانی دہلی میں یونٹ کمزور ہونا افسوسناک ہے۔ پچھلے دنوں کئی حلقوں میں یہ قیاس آرائیاں تھی کہ شعلہ بیان مقرر اور جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے طلبا لیڈر کنہیا کمار کو دہلی میں کوئی ذمہ داری دی جا سکی ہے تاکہ ان کی شعلہ بیانی کے سبب راجدھانی میں کوئی سرگرمی پیدا ہو، مگر ہندوستان کی سب سے قدیم پارٹی کے مقامی لیڈروں کو یہ گوارہ نہیں ہوگا کہ کوئی جمعہ جمعہ چار دن کا طالب علم لیڈران کا سربراہ یا کسی اہم عہدے پر فائز ہو جائے۔

دہلی کے علاوہ کانگریس پارٹی کے سامنے ایک بڑا چیلنج مہاراشٹر کا بھی ہے، جہاں پر شرد پوار کے کمزور موقف کی وجہ سے کئی حلقوں میں یہ قیاس لگایا جا رہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ سبھا انتخابات تک اپنے بھتیجے کے ساتھ این ڈی اے کا حصہ بن جائیں۔ مبصرین بی جے پی لیڈروں اور شرد پوار کے درمیان مبینہ خفیہ ملاقاتوں پر بھی کڑی نظر جمائے ہوئے ہیں۔ اجیت پوار نے جس طریقے سے پالا بدلا اس کو لے کر بھی کئی حلقوں میں یہ قیاس لگایا جا رہا ہے کہ ایسا تو نہیں کہ اجیت پوار نے اپنے چچا کی در پردہ منظوری کے بعد اپنا پالا بدلا ہو۔ اس سے پہلے بھی وہ بی جے پی کے ساتھ حکومت بنانے کی کوشش کر چکے تھے اور وہاں چند دنوں میں ہی اپنے اوپر لگے کیس ہٹوانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اجیت پوار کے جو سنگین الزامات ہیں ان کے مدنظر ان کا پارٹی بدلنا غیر فطری نہیں ہے وہ الیکشن سے چند ماہ قبل مہاراشٹر کی حکومت میں شامل ہونے کے بعد اپنی ذاتی پوزیشن اور سیاسی دبدبے کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کچھ کا تو یہ بھی خیال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اجیت پوار کی یہ دل بدلی محض اپنی کھال بچانے کی کوشش کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ جتنی خطیر رقم کے خرد برد کے الزامات ان پر مرکزی اور ریاستی بھاجپائی لیڈروں نے عاید کیے تھے وہ ان کی ایک سوچی سمجھی حکمت عملی کا نتیجہ ہو سکتے ہیں۔ یہ لوگ اجیت پوار پر دباؤ ڈال کر ایکناتھ شندے کو بھی ان کی حیثیت یاد دلانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

لوک سبھا انتخابات میں ایک سال سے کم کا بھی وقفہ نہیں بچا ہے۔ وہ اجیت پوار، شرد پوار اور ان کے ساتھ بی جے پی کے مرکزی اور ریاستی لیڈر اس قلیل مدت میں اقتدار کا مزہ لینا چاہتے ہیں اور اقتدار میں رہتے ہوئے ہی الیکشن کا سامنا کرنا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اقتدار میں رہنا کسی بھی سیاست داں کا اولین مقصد ہوتا ہے۔ یہ تمام موقع پرست لیڈر اس مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے ہیں۔

Scanned with CamScanner

سید محمد عادل فریدی

روس میں اسلامی بینکنگ کا آغاز

روس نے ملکی تاریخ میں پہلی بار یکم ستمبر سے دو سال کیلیے اسلامی بینکنگ پائلٹ پروگرام کے آغاز کا اعلان کر دیا۔ غیر ملکی میڈیا کی رپورٹس کے مطابق روس میں مسلمانوں کی تعداد 25 ملین سے زیادہ ہے اور وہاں طویل عرصے سے اسلامی بینکنگ کا مطالبہ کیا جا رہا تھا۔ یہ پہلی بار ہے کہ روس میں قانون سازی کے ذریعے باضابطہ طور پر اس کے آغاز کی توثیق کی گئی۔ 4 اگست کو صدر ولادیمیر پیوٹن نے قانون پر دستخط کرتے ہوئے اسلامی بینکاری کی قابل عمل ہونے کا جائزہ لیا تھا۔ ابتدائی طور پر اسے چار تاتارستان، باشکورتوستان، چیچنیا اور داغستان میں نافذ کیا جائے گا جہاں ماضی میں اسلامی طور طریقے سے لین دین کا تجربہ کیا جا چکا ہے۔ اگر اسلامی بینکنگ کے ان چاروں علاقوں میں مثبت نتائج سامنے آئے تو اسے ملک کے دیگر حصوں میں بھی نافذ کرنے کیلیے قانون سازی کی جا سکتی ہے۔ روس کے سب سے بڑے قرض دہندہ سبر بینک کے سینئر نائب صدر اولیگ گنیف کا کہنا ہے کہ اسلامی بینکنگ سیکٹر کی سالانہ شرح نمو 40 فیصد ہے اور سال 2025 تک اس کی مالیت 7.7 ٹریلین ڈالر تک پہنچنے کی توقع ہے۔ (ایجنسی)

چینی صدر جی 20 سربراہ اجلاس میں شرکت نہیں کریں گے: ذرائع

خبر رساں ایجنسی رائٹرز کی رپورٹ کے مطابق چینی صدر شی جن پنگ کا بھارت میں ہونے والے جی 20 سربراہی اجلاس میں شرکت نہ کرنے کا امکان ہے۔ توقع ہے کہ چینی وزیر اعظم لی کیانگ اس سربراہی اجلاس میں اپنے ملک کی نمائندگی کریں گے۔ یہ دو روزہ اجلاس 9 اور 10 ستمبر کو نئی دہلی میں منعقد ہوگا۔ ہندوستانی اور چینی وزارت خارجہ کے ترجمانوں نے رائٹرز کی جانب سے تبصرہ کرنے کی درخواستوں کا جواب نہیں دیا۔ روسی صدر ولادیمیر پوٹن پہلے ہی اعلان کر چکے ہیں کہ وہ سربراہی اجلاس میں شرکت کے لیے نئی دہلی نہیں جائیں گے اور اس کے بجائے وزیر خارجہ سرگئی لاوروف کو بھیجیں گے۔ اس سربراہی اجلاس میں امریکی صدر کی شرکت کی وجہ سے شی جن پنگ اور بائیڈن کے درمیان ملاقات کے بارے میں قیاس آرائیاں پچھلے چند مہینوں سے چل رہی تھیں جو شاید اس بار بھی ممکن نہ ہو۔ آئندہ سربراہی اجلاس جس میں دونوں رہنما آمنے سامنے ہو سکتے ہیں ایشیا پیسیفک اکنامک کوآپریشن (APEC) سربراہی کانفرنس ہے جو 12 اور 18 نومبر کے درمیان سان فرانسسکو میں منعقد ہوگی جس میں چینی اور امریکی صدر ممکنہ طور پر ملاقات کر سکتے ہیں۔ (ایجنسی)

کینسر کا تیز ترین طریقۂ علاج دریافت کرنے والا انگلینڈ دنیا کا پہلا ملک

انگلینڈ جلد ہی کینسر کے مریضوں کے علاج کے لیے ایک انوکھا طریقہ تلاش کرنے جا رہا ہے۔ جس میں کینسر کے مریض کو 7 منٹ کا انجکشن دیا جائے گا۔ برطانیہ کی گورنمنٹ ہیلتھ سروس (NHS) دنیا کی پہلی ایسی ایجنسی ہے جو اس قسم کے کینسر کے مریضوں کے لیے انجیکشن شروع کرنے جا رہی ہے۔ اس انجیکشن کو شروع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ علاج کے لیے لگنے والے وقت میں تین چوتھائی تک کمی واقع ہو سکتی ہے۔ علاج کے انجیکشن کے طریقہ کار کو ہٹانے کی وجہ ہر سال کینسر سے مرنے والے مریضوں کی تعداد میں اضافہ ہے۔ ہر سال لاکھوں لوگ اس موذی بیماری سے مر رہے ہیں۔ خواتین میں چھاتی اور بیضہ دانی کے کینسر کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے جبکہ مردوں میں پروسٹیٹ کینسر کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ تاہم اگر کینسر کا پہلے اسٹیج میں پتہ چل جائے تو اس کا علاج ممکن ہے۔ لیکن اس کے لیے کافی وقت لگتا ہے۔ اس انجیکشن کو برٹش میڈیسن اینڈ ہیلتھ کیئر پروڈکٹس ریگولیٹری ایجنسی (MHRA) نے منظور کیا ہے۔ این ایچ ایس انگلینڈ کے مطابق منظوری کے بعد، بہت سے مریضوں کو امیونو تھراپی کے ذریعے علاج کیا جائے گا، ایٹیزولیزوماب، جلد کے نیچے انجکشن لگایا جائے گا۔ اس کے علاوہ کینسر کے علاج میں لگنے والا وقت بھی کم ہو جائے گا۔ علاج اس طرح کیا جاتا ہے Atezolizumab، جسے Tecentriq بھی کہا جاتا ہے۔ Tecentric ایک مونوکلونل اینٹی باڈی ہے۔ جو کینسر کے مریض کی قوت مدافعت کو کافی حد تک متاثر کرتا ہے۔ اسے ڈرپ کے ذریعے براہ راست مریض کی نس میں دیا جائے گا۔ پریشانی اس وقت ہوتی ہے جب رگوں کی شناخت نہ ہو سکے۔ روشے پروڈکٹس لمیٹڈ کے میڈیکل ڈائریکٹر ماریس شولٹز کے مطابق، براہ راست رگ میں انجکٹ کرنے میں 30 سے 60 منٹ نہیں بلکہ 7 منٹ لگیں گے۔

جوہانسبرگ میں برکس سربراہی اجلاس کا انعقاد

جوہانسبرگ میں منعقد برکس کانفرنس میں چین نے ابھرتی ہوئی معیشتوں کے اس بلاک میں توسیع کے منصوبوں پر زور دیا۔ یہ بلاک عالمی سطح پر اپنی سیاسی اور اقتصادی طاقت کو مستحکم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ برازیل، روس، بھارت، چین اور جنوبی افریقہ پر مشتمل برکس ممالک عالمی معیشت کی ایک چوتھائی کی نمائندگی کرتے ہیں اور بہت سے ممالک بھی اس ابھرتے ہوئے گروپ میں شمولیت کے خواہش مند ہیں۔ برکس کے افتتاحی اجلاس میں چین کے وزیر تجارت وانگ وینتاو کے ذریعہ پڑھی گئی چینی صدر کی تقریر میں شی جن پنگ کا کہنا تھا، خواہ جو بھی مزاحمت ہو لیکن برکس، خیر سگالی کے لیے ایک مثبت اور مستحکم قوت کے طور پر بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ ہم ایک مضبوط برکس اسٹریٹجک شراکت داری قائم کریں گے۔ رکنیت کی توسیع کو فعال طور پر آگے بڑھائیں گے اور بین الاقوامی نظم کو مزید منصفانہ اور مساوی بنانے میں مدد کریں گے۔ شی جن پنگ نے کہا کہ جوہانسبرگ میں ہونے والی بات چیت کا مقصد ممالک کے فریق بننے یا بلاک میں تصادم پیدا کرنا نہیں بلکہ امن اور ترقی کے معمار کے طور پر اسے وسعت دینا ہے۔ تعصب چین کے ڈی این اے میں نہیں ہے۔ جنوبی افریقہ کے صدر سائرل رامفوسا کی میزبانی میں بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی، برازیل کے صدر لوئز اناسیو لولا ڈی سلوا اور چینی صدر ذاتی طور پر اس میٹنگ میں شریک ہوئے جب کہ روسی صدر ولادیمیر پوٹن نے آن لائن شرکت کی۔ چین برکس کی سب سے طاقتور معیشت ہے اور صدر شی جن پنگ کا جنوبی افریقہ کا یہ سرکاری دورہ اس سال ان کا دوسرا بین الاقوامی دورہ ہے۔

مانو، فاصلاتی کورسس میں داخلوں کی آخری تاریخ میں توسیع

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں تعلیمی سیشن 2023-24 میں فاصلاتی طریقہ تعلیم کے پروگراموں میں آن لائن داخلے کی آخری تاریخ میں 26 ستمبر 2023 تک توسیع کی گئی ہے۔ جبکہ فیس کی ادائیگی ?30 ستمبر تک کی جا سکتی ہے۔ پروفیسر رضاء اللہ خان، ڈائرکٹر نظامت فاصلاتی تعلیم کے بموجب فاصلاتی طرز پر داخلے کے کورسز میں ایم اے (اردو، ہندی، انگریزی، عربی، تاریخ، اسلامک اسٹڈیز)، بی اے، بی کام، بی ایس سی (لائف سائنسز)، بی ایس سی (فزیکل سائنسس)، ڈپلوما (ان جرنلزم اینڈ ماس کمیونکیشن، ٹیچ انگلش، ابتدائی بچپن کی نگہداشت و تعلیم اور اسکول کی قیادت و انتظام)؛ سرٹیفکیٹ کورس (اہلیت اردو بذریعہ انگریزی اور فنکشنل انگلش) شامل ہیں۔ ای پراسپکٹس اور آن لائن درخواست فارم ویب سائٹ manuu.edu.in /dde کے داخلہ پورٹل manuuadmission.samarth.edu.in پر دستیاب ہیں۔ مندرجہ بالا پروگرامس میں داخلے کے لیے درخواست فارم اور ای- پراسپکٹس 2023-24 کے مطابق دی گئی رجسٹریشن فیس کے ساتھ جمع کرنا ہوگا اور اسناد کی تصدیق کے بعد پروگرام فیس کی ادائیگی کرنی ہوگی۔ امیدوار مزید تفصیلات کے لیے طلبہ رہبری یونٹ ہیلپ لائن 040-23008463 اور 040-23120600 (2207&2208) پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

سرکاری نوکری کے لیے اب 15 زبانوں میں ہوگا امتحان

سرکاری نوکری کی تیاری میں مصروف نوجوانوں کے لیے خوشخبری ہے۔ اب امیدوار اپنی مقامی زبان میں مرکزی حکومت کا کوئی بھی امتحان دے سکتے ہیں۔ اس کے لیے مرکزی وزیر جتیندر سنگھ نے بدھ کے روز کہا کہ مرکز نے حال ہی میں ایس ایس سی کے ذریعے 15 زبانوں میں سرکاری نوکری کی بھرتی کا امتحان کرانے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ ملک کے نوجوانوں کو کوئی موقع چوک نہ جائے۔ عملہ، عوامی شکایات اور پنشن کی وزارت کی 14 ویں ہندی صلاحکار سمیتی میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے، انہوں نے کہا، اس تاریخی فیصلے سے مقامی نوجوانوں کی شرکت کی حوصلہ افزائی ہوگی اور علاقائی زبانوں کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ وزیر مملکت برائے پرسنل سنگھ نے کہا کہ حال ہی میں 15 ہندوستانی زبانوں میں سرکاری ملازمت کے امتحانات کرانے کا فیصلہ کیا گیا ہے تاکہ ملک کا کوئی بھی نوجوان زبان کی رکاوٹ کی وجہ سے ملازمت کے مواقع سے محروم نہ رہے۔ اسٹاف سلیکشن کمیشن (SSC) کے ذریعہ کرائے گئے بھرتی امتحان کا حوالہ دیتے ہوئے، انہوں نے کہا، ہندی اور انگریزی کے علاوہ، پرچہ 13 علاقائی زبانوں یعنی آسامی، بنگالی، گجراتی، مراٹھی، ملیالم، کنڑ، تمل، تیلگو، اڑیہ، اردو، پنجابی، منی پوری (مائتی) اور کونکنی میں لی جائیں گی۔ وزیر نے کہا، ''گزشتہ نو سالوں میں، وزیر اعظم نریندر مودی کی قیادت میں، سرکاری زبان ہندی کے علاوہ ہندوستانی علاقائی زبانوں کو فروغ دینے میں اہم پیش رفت ہوئی ہے۔'' انہوں نے کہا کہ اس فیصلے کے نتیجے میں لاکھوں امیدوار اپنی مادری زبان/علاقائی زبان میں امتحان میں شرکت کریں گے اور ان کے انتخاب کے امکانات بہتر ہوں گے۔ سنگھ نے کہا کہ مختلف ریاستوں کی طرف سے انگریزی اور ہندی کے علاوہ دیگر زبانوں میں ایس ایس سی امتحانات کرانے کا مسلسل مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

انہوں نے کہا کہ JEE، NEET اور UGC کے امتحانات بھی 12 زبانوں میں منعقد ہو رہے ہیں، یو پی ایس سی میں اب بھی اعلیٰ تعلیم پر کتابوں کی کمی ہے، لیکن ہندوستانی زبانوں میں خصوصی کتابوں کو فروغ دینے کے لیے وزارت تعلیم کے ساتھ مل کر کوششیں جاری ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں ہندی میں پہلا ایم بی بی ایس کورس گزشتہ سال اکتوبر میں بھوپال، مدھیہ پردیش میں شروع کیا گیا تھا۔ اور اب اتراکھنڈ ہندی میں ایم بی بی ایس کورس شروع کرنے والی دوسری ریاست بن گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم مودی نے نئی قومی تعلیمی پالیسی (NET) میں پرائمری، تکنیکی اور طبی تعلیم میں طلبہ کی مادری زبان کو اہمیت دیتے ہوئے ایک بہت ہی تاریخی فیصلہ لیا ہے۔ "پی ایم مودی نے ہندی، تمل، تیلگو، ملیالم، گجراتی، بنگالی جیسی علاقائی زبانوں میں میڈیکل اور انجینئرنگ کی تعلیم فراہم کرنے پر زور دیا ہے۔ میڈیکل کی تعلیم ہندی میں شروع ہو چکی ہے اور جلد ہی انجینئرنگ کی تعلیم بھی ہندی میں شروع ہو جائے گی اور انجینئرنگ کی کتابوں کا ترجمہ بھی کیا جائے گا۔ سنگھ نے کہا، ''ملک بھر میں آٹھ زبانیں شروع کی گئی ہیں اور جلد ہی ملک بھر کے طلبہ اپنی مادری زبان میں تکنیکی اور طبی تعلیم حاصل کر سکیں گے۔''

چندریان 3 کی کامیابی کے بعد کانپور یونیورسٹی نے شروع کیا خاص کورس

ہندوستان کی خلائی ایجنسی ISRO نے کامیابی سے اپنا چندریان چاند پر اتار لیا ہے۔ اسرو نے چندریان 3 کو چاند کی سطح پر اتارنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی، ہندوستان دنیا کا پہلا ملک ہے جس نے اپنے چندریان کو قطب جنوبی پر اتارا۔ اس کامیابی سے پوری دنیا میں ہندوستان کا پرچم لہرا دیا گیا ہے۔ اس کے بعد ملک بھر کے نوجوان خلاء کے بارے میں جاننے، سمجھنے اور کام کرنے میں دلچسپی ظاہر کر رہے ہیں۔ اس کے پیش نظر اب کانپور یونیورسٹی میں ایک نیا قابل قدر کورس متعارف کرایا گیا ہے جو کہ راکٹ انجینئرنگ پر مبنی ہے۔ ڈاکٹر انجو ڈکشٹ، پروفیسر، اسکول آف بیسک سائنس، چھترپتی شاہو جی مہاراج یونیورسٹی نے بتایا کہ جس طرح سے چندریان-3 کا مشن کامیاب ہوا ہے، اس کے بعد کانپور یونیورسٹی نے اگلے سمسٹر سے ایک نیا قابل قدر کورس شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس کورس میں طلبہ راکٹ کے بارے میں پڑھیں گے۔ راکٹ کی تعمیر کیسی ہے؟ اس کا طریقہ کار کیسا ہے؟ یہ کیسے کام کرتا ہے؟ اس میں کون سے حصے شامل ہیں؟ یہ ساری چیزیں اس کورس میں پڑھائی جائیں گی۔ ڈاکٹر انجو ڈکشٹ کے مطابق ہر چیز مہارت پر مبنی اور جدید ٹیکنالوجی پر مبنی ہے۔ اس کورس کو پڑھانے میں آئی آئی ٹی کانپور کے ماہرین بھی شامل ہوں گے۔ وہ طلبہ کو راکٹ انجینئرنگ کے بارے میں بتائیں گے۔

اس قابل قدر کورس کے لیے درخواست دینے کی اہلیت کے بارے میں بات کرتے ہوئے، ایک طالب علم کسی بھی برانچ سے B.Tech کرنے کے بعد یہ کورس کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ طلبہ کسی بھی برانچ سے فزکس، کیمسٹری اور میتھس میں بی ایس سی کرنے کے بعد یہ قابل قدر کورس کر سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مفتی محمد سہراب ندوی

دربھنگہ کے راجوبستی میں قتل معاملے کے تصفیہ کے لئے پہنچی امارت شرعیہ

امارت شرعیہ کے ذمہ داران نے مقتول کے اہل خانہ سے تعزیت کی اور انہیں انصاف کا یقین دلایا

گزشتہ دنوں امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کی ٹیم دربھنگہ ضلع کی معروف بستی سنہ پور راجو پہنچی، جہاں دسویں محرم کو جلوس کے درمیان مسلمانوں کی دو برادری کے مابین معمولی سے بات پر بات آگے بڑھی اور معاملہ نے تشدد کا رخ اختیار کرلیا، جس میں ایک شخص کو شدید چوٹ پہنچی؛ جن کی موت دوران علاج پٹنہ میں ہوگئی۔ معاملہ سرکاری عدالت تک پہنچ چکا ہے، جس میں بے قصور بھی گرفتار ہیں، جس کے باعث مسلمانوں کی دونوں برادری کے درمیان کشیدگی کے بڑھ جانے کا مسلسل خدشہ بنا ہوا ہے۔ امارت شرعیہ کو جب اس اندوہناک واقعے کی اطلاع ملی؛ تو امارت شرعیہ کی مقامی تنظیم کمیٹی نے قاضی شریعت جناب مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی صاحب کی قیادت میں مقتول کے اہل خانہ کی تعزیت اور مزاج پرسی کی، حالات کا جائزہ لیا گیا اور معاملے کے تصفیہ کے لیے کوشش کی گئی؛ تاکہ یہ سانحہ مزید حادثات کا ذریعہ نہ بنے اور گاؤں کا امن وامان اور اتحاد باقی رہ سکے اور معاملے کا حل کوٹ کچہری کا چکر کاٹنے کے بجائے سماج کے درمیان ہی کرلیا جائے۔ مقامی کوشش کے ساتھ جب ضرورت پڑی کہ مرکزی دفتر امارت شرعیہ کے ذمہ داران اس معاملے کے حل کے لیے آئیں؛ تو حضرت امیر شریعت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ کی خصوصی ہدایت پر جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے مرکزی دفتر پٹنہ سے جناب مولانا مفتی محمد ثنا الہدیٰ قاسمی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ کی قیادت میں ایک وفد کو سنہ پور راجو بستی بھیجا، جس میں مولانا احمد حسین قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ کے علاوہ مقامی قاضی شریعت مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی مدرسہ اسلامیہ شکرپور بھرواڑہ اور تنظیم امارت شرعیہ سنگھوارہ بلاک کے ذمہ داران شریک تھے۔ اس علاقے کی اہم سماجی اور دینی شخصیات کی موجودگی میں فریقین کے درمیان صلح وصفائی پر امارت شرعیہ نے میٹنگ کی۔ سب سے پہلے امارت شرعیہ کے معاون ناظم مولانا احمد حسین قاسمی مدنی نے قرآن پاک کی تلاوت کی اور اس کے ترجمہ کے ذریعہ باہمی صلح اور اخوت کا پیغام دیا، اس کے بعد جناب مولانا مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب امارت شرعیہ نے اس وفد کے آنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ امارت شرعیہ اس حادثے پر گہرے رنج کا اظہار کرتی ہے اور مسلم معاشرہ میں ہونے والے ایسے تمام واقعات کی شدید مذمت کرتی ہے اور مسلمانوں کو اس طرح کے غیر اسلامی کاموں سے باز آنے کی تلقین کرتی ہے، جو باہمی فساد اور نزاع کا باعث بنتے ہیں۔ آج جب کہ خارجی حالات نے مسلمانوں کو چہار جانب سے بے چین ومضطرب کررکھا ہے، ایسی نازک صورتحال میں مسلمانوں کا باہم دست وگریباں ہونا نہایت افسوس ناک اور سمجھ سے بالاتر عمل ہے، آپ ایک داعی اور زندہ قوم کے سپوت ہیں، آپ کو ہر حالت میں شعور ودانشمندی کا ثبوت دینا ہوگا، ابتدائی گفتگو کے بعد فریقین کی باتیں غور سے سنی گئیں اور انہیں باہم صلح کیلیے قرآن وحدیث کی روشنی میں آمادہ کیا گیا۔

امارت شرعیہ کی درخواست پر الحمدللہ فریقین باہم صلح صفائی پر راضی ہو گئے، مقتول کے ورثاء کو بطور دیت مناسب معاوضہ دینے کی بات بھی سامنے آئی، بے قصوروں کی رہائی پر بھی گفتگو کی گئی، واضح رہے کہ کانام امارت شرعیہ کا وفد پہلے جاکر مقتول کے اہل خانہ کی تعزیت اور انہیں دلاسہ اور انصاف کی یقین دہانی کرائی دیا دوسری جانب مصالحت کا یہ سلسلہ دو نشستوں پر مشتمل ظہر بعد سے مغرب تک جاری رہا، اس پورے معاملہ کے حل کیلیے مقامی ذمہ داران کے ساتھ جانبین سے چند افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دیدی گئی ہے؛ جن کی ذمہ داری کہ پورے معاملہ کو عدل وانصاف کے ساتھ اخیر تک حل کرکے مرکزی دفتر امارت شرعیہ کو رپورٹ دینا ہے۔ جن میں جناب عطاء کریم صاحب بردی پور، جناب تمنا مکھیا شکرپور، جناب بابر مکھیا سنہ پور راجو، محمد صفدر حسین مکھیا بیل پکونا، جناب نظر عالم سابق مکھیا راجو، جناب یاسر عرفات صاحب عرف جے کے راجو، جناب شریف انصاری، جناب عالم گیر انصاری، نصیب الرحمٰن عرف نصیبل اور چھوٹے صاحب کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ وفد میں شامل جناب مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی صاحب قاضی شریعت مدرسہ اسلامیہ شکرپور، جناب مولانا احمد سعید قاسمی صاحب استاذ مدرسہ اسلامیہ شکرپور، مولانا دبیر احمد قاسمی صدر تنظیم امارت شرعیہ سنگھوارہ بلاک، جناب مولانا عبدالقادر رحمانی سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ سنگھوارہ کے علاوہ کئی بستیوں کے اہم ذمہ داران موجود تھے۔ آخر میں قائد وفد حضرت مولانا مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب کے ناصحانہ کلام اور رقت آمیز دعا پر مجلس کا اختتام ہوا۔

امارت شرعیہ کی جانب سے مقتول حافظ سعد کے اہل خانہ کی تعزیت اور امداد

گزشتہ دنوں صوبہ ہریانہ کے شہر گڑ گاؤں کی ایک مسجد کے امام صاحب کا فرقہ پرست بھیڑ نے پولس والوں کے سامنے بہیمانہ قتل کردیا تھا، جو کئی دنوں تک سوشل میڈیا اور اخبارات کی سرخیوں میں رہا، واضح رہے کہ شہید کا تعلق صوبہ بہار کے ضلع سیتامڑھی سے تھا۔ حضرت امیر شریعت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ کے حکم وہدایت پر امارت شرعیہ مرکزی دفتر پٹنہ سے حضرت مولانا مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ اور جناب مولانا احمد حسین قاسمی مدنی معاون ناظم امارت شرعیہ مرحوم کے آبائی گاؤں ''منیاڈیہ'' بلاک نانپور پہنچ کران کے اہل خانہ سے تعزیت کی، تسلی کے کلمات کہتے ہوئے حضرت مولانا مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے کہا کہ مصیبت کی اس گھڑی میں امارت شرعیہ سمیت پوری ملت آپ کے غم میں شریک ہے، اس حادثے نے انسانیت پسند تمام لوگوں کو تکلیف پہنچایا ہے، اور اس سے ملک کی جمہوریت پر بدنما داغ لگا ہے، موصوف محترم نے والدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا حافظ قرآن بیٹا کل بروز محشر آپ کے حق میں ذخیرہ آخرت ثابت ہوگا۔ جبکہ جناب مولانا احمد حسین قاسمی صاحب نے گھر کے احوال معلوم کیے تعلیمی ومعاشی صورتحال دریافت کی اس حادثے سے ان کے گھر کے تمام افراد غموں سے نڈھال اور ٹوٹے ہوئے ہیں، معلوم ہوا کہ حافظ سعد مرحوم امامت کے ذریعہ اپنے گھر کی کفالت کررہے تھے، اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کی تعلیم میں سہارا بنے ہوئے تھے ان کے ضعیف والد بہت دنوں سے گھر پر بے روزگار ہیں، ان کی کئی بچیوں کی شادی باقی ہے۔ اس موقع پر امارت شرعیہ کی جانب سے حافظ سعد شہید کے اہل خانہ کو بطور امداد ایک چیک دیا گیا ایسے موقع پر امت کی خوشحال لوگوں کو بھی اس طرح کے پریشان حال لوگوں کی مدد کے لیے آگے آنا چاہیے۔ دوسری جانب اس طرح کے حادثات ہندوستان کے لیے لمحہ فکریہ ہیں، جن کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ اللہ ہی کو معلوم کہ ملک میں بڑھتی ہوئی مذہبی منافرت کس حد تک جائے گی اور کتنے خاندان اور گھرانے اس نفرت کی بھینٹ چڑھیں گے، رب کریم سے دعا ہے کہ اس ملک میں امن وامان اور باہمی بھائی چارہ نصیب فرمائے۔ آمین

مصنوعی ذہانت امتیازی سلوک کا سبب بن سکتی ہے

اے آئی (آرٹیفیشیل انٹلی جنس) سے متعلق ماہرین کی ایک رپورٹ میں مصنوعی ذہانت پر مبنی نظام کو ایک ''بلیک باکس'' کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ جرمن حکام کا کہنا ہے اے آئی کو ایک بھیانک خواب بننے سے روکنے کے لیے واضح اور قابل فہم اصولوں کی ضرورت ہے۔ ''مصنوعی ذہانت (اے آئی) بہت سی چیزوں کو آسان بنادیتی ہے۔ بدقسمتی سے امتیازی سلوک بھی'' یہ تبصرہ جرمن حکومت کی طرف سے امتیازی سلوک کے خاتمے کے لیے مقرر کی گئی خودمختار کمشنر فردا اتمان نے بدھ کی صبح برلن میں ایک پریس کانفرنس میں کیا۔ اتمان نے اس موقع پر خودکار الگورتھمک فیصلہ سازی (ADM) پر مبنی سسٹمز کے ذریعے لوگوں کو ممکنہ امتیازی سلوک سے تحفظ فراہم کرنے سے متعلق ایک ماہرانہ رپورٹ بھی پیش کی۔ اس رپورٹ میں اے ڈی ایم کے مصنوعی ذہانت میں استعمال کی بہت سی مثالوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان میں درخواست کے طریقہ کار، بینکوں، انشورنس کمپنیوں سے قرضے، یا سماجی بہبود جیسے ریاستی فوائد کی تقسیم وغیرہ شامل ہے۔

اے آئی کس طرح تعصبات کو ہوا دے سکتی ہے؟: امتیازی سلوک کے انسداد کی کمشنر کا کہنا تھا، ''یہاں امکانی بیانات گروہی خصوصیات کی بنیاد پر ترتیب دیے جاتے ہیں۔ جو چیز پہلی نظر میں معروضی دکھائی دیتی ہے وہ تعصبات اور دقیانوسی تصورات کو ہوا دے سکتی ہے۔ کسی بھی حالت میں ہمیں ڈیجیٹل امتیاز کے خطرات کو کم نہیں سمجھنا چاہیے۔'' 2019ء میں نیدرلینڈز میں 20,000 سے زیادہ لوگوں نے تجربہ کیا کہ کبھی غلط نہ ہوسکنے کے مفروضے پر قائم ٹیکنالوجی کے استعمال سے کیا ہوسکتا ہے۔ اس دوران انہیں بھاری جرمانے کے خطرے کے تحت بچوں کے فوائد واپس کرنے کا غلط حکم دیا گیا۔ اس حوالے سے بنائے گئے سافٹ وئیر میں ایک امتیازی الگورتھم جزوی طور پر اس صورتحال کا ذمہ دار تھا اور دوہری شہریت رکھنے والے لوگ خاص طور پر اس سے متاثر ہوئے۔ اس طرح کے معاملات کو روکنے کے لیے اتمان کا مطالبہ ہے کہ کمپنیاں شفاف طریقے سے کام کریں۔ دوسرے لفظوں میں وہ اے آئی کا استعمال کرنے والی کمپنیوں کا ڈیٹا اور ان کے سسٹم کے کام کرنے کے طریقہ کار سے متعلق معلومات کی فراہمی چاہتی ہیں۔ قانونی اسکالر اندرا اسپیکر اور ان کے ساتھی ایمانوئل وی ٹوفگ کی جانب سے اے آئی پر لکھی گئی اس ماہرانہ رپورٹ میں مصنوعی ذہانت پر مبنی نظام کو ایک ''بلیک باکس'' کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس نظام سے متاثرہ افراد کے لیے اپنی ناکامی کی وجوہات کا پتہ لگانا عملی طور پر ناممکن ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے، ADM کے استعمال کا ایک خاص رجحان یہ ہے کہ امتیازی سلوک کی صلاحیت پہلے سے ہی ان کے سسٹم میں موجود ہوسکتی ہے۔ اس کی وجہ ایک ڈیٹا سیٹ ہوسکتا ہے، جو ناقص، مطلوبہ مقصد کے لیے غیر موزوں، یا مسخ شدہ ہو۔ اس کا کیا مطلب ہے رپورٹ میں عام مثالوں کے ساتھ واضح کیا گیا ہے کہ پوسٹل کوڈ، جو اپنے آپ میں تو امتیازی نہیں ہے لیکن وہ امتیازی خصوصیت کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر چند تاریخی وجوہات کی بنا پر بہت سے تارکین وطن ایک مخصوص سٹی ڈسٹرکٹ میں رہتے ہیں۔ اس کے وہاں رہنے والے لوگوں کے لیے منفی نتائج ہوسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر وہ قرضوں کے لیے درخواست دیتے ہیں تو انہیں ایک مالیاتی خطرے کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے کہ جو ہوسکتا ہے اپنے قرضوں کی ادائیگی نہ کرسکیں۔ ماہرین اس کو "اعداد وشمار کے ذریعے امتیاز" کہتے ہیں- یہ شماریاتی ذرائع سے حاصل کردہ خصوصیات کو کسی گروپ کی اصل یا فرض شدہ اوسط قدروں کی بنیاد پر ان سے منسوب کرنے کی مشق ہے۔

ثالثی کے ادارے کے قیام کا مطالبہ: اسی نوعیت کے مسائل کے حل کے لیے فردا اتمان اپنی ایجنسی میں ایک مفاہمت کا دفتر قائم کرنا چاہتی ہیں اور یہ مطالبہ بھی کررہی ہیں کہ عام مساوی سلوک ایکٹ (AGG) کو لازمی مفاہمت کے طریقہ کار کے ذریعے پورا کیا جائے۔ اس رپورٹ سے اتمان کا اخذ کردہ نتیجہ سادہ ہے کہ ڈیجیٹائزیشن مستقبل ہے۔ لیکن یہ ایک ڈراؤنا خواب نہیں بننا چاہیے۔ لوگوں کو اس بات پر بھروسہ کرنے کے قابل ہونا چاہیے کہ اے آئی کے ذریعے ان کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ کہ اگر ایسا ہوتا ہے تو وہ اپنا دفاع کرسکتے ہیں۔ اس لیے اتمان کا مطالبہ ہے کہ اس حوالے سے واضح اور قابل فہم اصولوں کی ضرورت ہے۔ **(مارسیل فیورسٹناؤ)**

Scanned with CamScanner

لاء کمیشن کے ساتھ ایک گفتگو

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

۲۰۱۸ء میں لاء کمیشن نے یونیفارم سول کوڈ کے بارے میں بھارت کے رہنے والوں سے رائے طلب کی تھی، مسلمانوں نے اس موقع پر پوری قوت کے ساتھ اس کی مخالفت کی تھی، بورڈ کی دعوت پر دستخطی مہم بھی چلائی گئی، اور کروڑوں کی تعداد میں مسلمانوں نے اپنی شناخت واضح کرتے ہوئے یوسی سی کے خلاف رائے دی، اور کہا کہ ہم قانونِ شریعت سے پوری طرح مطمئن ہیں، اہم بات یہ ہے کہ اس میں چار کروڑ کے قریب مسلمان خواتین کے دستخط بھی تھے، یہ اس لئے اہم ہے کہ حکومت مسلم خواتین کی جھوٹی ہمدردی کا نام لے کر ہی مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کی بات کہہ رہی ہے؛ مگر افسوس کہ اُس وقت کمیشن نے اس تاریخی دستاویز کو لینے سے بھی انکار کر دیا، بورڈ نے اس کی اسکیننگ کرائی ہے، اور آج بھی یہ ریکارڈ بورڈ کی تحویل میں موجود ہے؛ البتہ اتنا ضرور ہوا کہ کمیشن نے فوری طور پر یوسی سی لانے اور نافذ کرنے کی تجویز کو رد کر دیا۔ مگر موجودہ حکومت کی بھی ایک مجبوری ہے، گزشتہ ۹؍سال کے عرصہ میں وہ کوئی ایسا کام ہی نہیں کر سکی، جس کو پیش کر کے لوگوں سے ووٹ مانگ سکے، گرانی میں کمی ہونے کی جگہ اضافہ ہوا ہے، نہ نوجوانوں کو روزگار ملا، نہ ملک کی کرنسی کی گرتی ہوئی قدر میں کوئی بہتری آئی، نہ ملک کی مقبوضہ سرحدیں اس کو واپس ملیں، امن وامان کی حالت اتنی بدتر ہو گئی ہے کہ ۱۹۴۷ء کے بعد شاید ہی کبھی ایسا ہوا ہو، غرض کہ صورت حال میں بگاڑ تو بہت پیدا ہو گیا؛ مگر کوئی بہتری نہیں ہوئی، انھوں نے ووٹ کے لئے نفرت پر مبنی کچھ ایجنڈے بنائے تھے، ان میں بھی بابری مسجد کا موضوع ختم ہو گیا، کشمیر کی دفعہ ۳۷۰؍بھی ختم ہو گئی، تو آخر حکومت بے چاری کیا کرے، اس کو ووٹ کی بھیک مانگنے کے لئے کوئی تو موضوع چاہئے؛ اس لئے اب غنیمت سمجھ کر اس نے یوسی سی کا موضوع اٹھایا؛ اس لئے لاکمیشن دوبارہ حرکت میں آ گیا اور حکومت کے موقف کو جواز عطا کرنے کے لئے اس نے پھر سے ۲۰۲۳ء میں لوگوں سے رائے طلب کی؛ چنانچہ مسلم پرسنل لا بورڈ اور بعض دوسری دینی تنظیموں کی ترغیب پر بڑے پیانہ پر مسلمانوں نے اپنی رائے داخل کی، پھر بورڈ کی خواہش پر لاء کمیشن نے بالمشافہ وضاحت کے لئے بورڈ کے وفد کو مدعو کیا، اور ۲۳؍اگست کو بورڈ کا وفد لاء کمیشن کے دفتر میں حاضر ہوا، جو بورڈ کے صدر، جنرل سکریٹری اور ترجمان کے علاوہ شیعہ، بریلوی، جماعت اسلامی، بوہرہ نمائندوں، سپریم کورٹ کے دو معزز وکلاء اور دو خواتین پر مشتمل تھا، کمیشن نے گیارہ افراد تک آنے کی اجازت دی تھی، اسی کے مطابق بورڈ کے وفد کی تشکیل عمل میں آئی۔ دوسری طرف چیئر مین کے ساتھ کمیشن کا پانچ رکنی وفد میٹنگ میں شریک ہوا، جس میں زیادہ تر ریٹائرڈ ججز تھے، اللہ کا شکر ہے کہ بورڈ کے وفد نے مرعوبیت کے بغیر نہ صرف اپنا موقف رکھا؛ بلکہ کئی مواقع پر ایسے سوالات اٹھائے، جن کا اُن کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، اس بالمشافہ ملاقات کے لئے کمیشن کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اُن سے کہا گیا کہ یہ بات ہمارے لئے بہت عجیب ہے کہ کمیشن نے یوسی سی کا کوئی مسودہ تو پیش نہیں کیا؛ لیکن اس کے بارے میں لوگوں کو اظہار رائے کی دعوت دے دی، اس سے لوگوں میں یہ تأثر پیدا ہوا کہ حکومت کے دباؤ پر کمیشن نے مناسب عمل کو انجام دیئے بغیر جلد بازی میں اس مسئلہ پر رائے طلب کر لی ہے، اس کا اُن حضرات کے پاس کوئی جواب نہیں تھا؛ البتہ وہ اس بات کو بار بار دہراتے رہے کہ آپ حضرات اس مسئلہ کو کسی خاص مذہب کی نظر سے نہ دیکھئے۔ انھوں نے اپنی بات ''متعہ'' سے شروع کی، ہمارے شیعہ نمائندہ نے اس سلسلہ میں وضاحت کی، اور وفد کے ایک رکن جو سپریم کورٹ کے وکیل ہیں، نے کہا کہ حکومت اور عدالت نے تو ''لیو اِن ریلیشن شپ'' یعنی بغیر نکاح کے دو بالغ مرد وعورت کو شوہر و بیوی کی طرح ایک ساتھ رہنے کی اجازت دے دی ہے، تو پھر متعہ پر اعتراض کرنے کا آپ کو کیا حق پہنچتا ہے؟ کمیشن کے نمائندوں کا جواب صرف خاموشی تھا، پھر انھوں نے کہا کہ نکاح حلالہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ اُن سے کہا گیا کہ حلالہ کے نام سے کوئی نکاح شریعت میں ہے ہی نہیں، نہ قرآن میں حلالہ کا کوئی ذکر ہے نہ حدیث میں، اور نہ ہماری فقہی کتابوں میں نکاح حلالہ کا کوئی عنوان ہے، آپ حضرات نے خود بھی مسلم پرسنل لا پر قانونی کتابیں پڑھی ہوں گی، اگر نکاح حلالہ کے نام سے شریعت میں کوئی نکاح ہے تو آپ بتائیے، وہ اس کا بھی کوئی جواب نہیں دے سکے۔

پھر اُن کی طرف سے سوال کیا گیا کہ آپ لوگ نکاح کی عمر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کیا بالغ ہونے یعنی ۱۸؍سال عمر ہونے سے پہلے لڑکے اور لڑکیاں اپنے نکاح کر سکتے ہیں، انہیں بتایا گیا کہ حقیقی طور پر بالغ ہونا الگ چیز ہے، اس کا تعلق بعض جسمانی تبدیلیوں سے ہے اور ۱۸؍سال کی عمر ایک الگ چیز ہے، یہ تو آپ نے کسی دلیل اور منطق کے بغیر فرض کر لیا ہے کہ اسی عمر میں بچے بالغ ہوتے ہیں، کتنی ہی مثالیں مل جائیں گی کہ اس عمر سے پہلے ہی لڑکیاں حاملہ ہو جاتی ہیں، یا لڑکے حمل کا سبب بن جاتے ہیں، اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس کا تعلق عمر سے نہیں ہے، عاقدین یا ان کے اولیاء کی رضامندی سے ہے، لڑکوں اور لڑکیوں کا کسی بھی عمر میں نکاح ہو سکتا ہے؛ لیکن بہتر ہے کہ جس عمر میں وہ نکاح کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لائق ہو جائیں، اس عمر میں نکاح کر لیں، اس کا تعلق سماج میں اخلاقی اقدار کو باقی رکھنے سے بھی ہے، اور شخصی آزادی سے بھی ہے، ہر عمل میں حکومت کا دخیل ہونا انسان کی شخصی آزادی کو مجروح کرتا ہے، وفد کے بعض شرکاء نے ڈاٹا کی روشنی میں یہ بات بھی سمجھائی کہ اس کے لئے قانون سازی کی ضرورت نہیں ہے، جوں جوں لڑکوں اور لڑکیوں میں تعلیم کا رجحان بڑھے گا اور لڑکیاں ملازمت کے راستے تلاش کریں گی، خود بخود کمسنی میں نکاح کے واقعات کم ہوتے جائیں گے۔

دو گھنٹے کی اس نشست میں بہت سے مسائل زیر بحث آئے، ان کو طلاق کے بارے میں بتایا گیا کہ اس پر حقیقت پسندی کے ساتھ غور کرنا چاہئے، ہندو میرج ایکٹ کے تحت جب عورتیں طلاق کے لئے عدالت جاتی ہیں تو ان کا مسئلہ حل ہونے میں سالہا سال لگ جاتے ہیں، پچھلے دنوں ایک ہائی کورٹ سے ۳۲؍سال پر بیوی کو طلاق کا فیصلہ حاصل ہوا، یہ خبر اخبارات میں بھی شائع ہو چکی ہے، اتنے عرصے تک مرد وعورت دونوں کا تنہا زندگی گزارنا نہایت تکلیف دہ بات ہے؛ اس لئے اسلام میں بلا ضرورت طلاق دینے سے منع کیا گیا ہے؛ لیکن ضرورت کے موقع پر طلاق کا ایک آسان راستہ بھی نکالا گیا ہے؛ کیوں کہ کوئی گھر کتنا ہی خوبصورت ہو، اگر اس میں اندر آنے کا راستہ تو ہو؛ مگر باہر نکلنے کا راستہ نہ ہو تو وہ ایک خوبصورت جیل تو ہو سکتا ہے، آرام دہ مکان نہیں ہو سکتا؛ اس لئے اسلام نے علیحدگی کے لئے تین راستے رکھے ہیں، شوہر بھی طلاق دے سکتا ہے، عدالت کے ذریعہ بھی رشتۂ نکاح ختم ہو سکتا ہے اور اگر عورت نے نکاح کے وقت یہ شرط لگا دی ہو کہ اس کو یک طرفہ طور پر رشتہ ختم کرنے کا حق حاصل ہوگا، جس کو ''تفویض طلاق'' کہتے ہیں، تو بیوی بھی رشتۂ نکاح کو ختم کرنے کی مجاز ہوگی، کمیشن کو بتایا گیا کہ طلاق کا تصور دراصل نکاح سے متعلق ہے، دنیا کے کسی قانون میں نکاح کے بعد عورت کے لئے رشتہ نکاح سے باہر نکلنے کی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے، گویا عورت ایک درجہ میں شوہر کی پراپرٹی بن جاتی ہے؛ لیکن اسلام میں نکاح ایک معاہدہ ہے اور شوہر و بیوی اس معاہدہ میں دو فریق ہیں، اور تمام ہی معاہدات میں معاہدہ کو ختم کرنے کی گنجائش باقی رکھی جاتی ہے۔ کمیشن کی طرف سے گود لینے کا مسئلہ بھی اُٹھایا گیا، اور کہا گیا کہ اسلام میں تو یتیم اور نادار بچوں کی کفالت کی ترغیب دی گئی ہے؛ اس لئے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے، یہ ایک اختیاری عمل ہے، گود لینے پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاتا، بورڈ کے وفد نے وضاحت کی کہ اسلام کی نظر میں نکاح ایسا رشتہ ہے جو زبان کے بول سے وجود میں آتا ہے؛ لیکن اولاد اور والدین کا رشتہ ایک فطری اور قدرتی رشتہ ہے، جو نکاح کے واسطے سے وجود میں آتا ہے، ایسا نہیں ہے کہ انسان کسی کو کہہ دے کہ تم میرے بیٹے ہو اور وہ کہہ دے کہ تم میرے باپ ہو اور صرف الفاظ کے اس تبادلے سے ان میں باپ بیٹے کا تعلق قائم ہو جائے، یہ پوری طرح فطرت کے خلاف ہے؛ اس لئے شریعت اس کو قبول نہیں کرتی؛ البتہ کسی ضرورت مند کی کفالت اور غریبوں کی مدد اسلام میں نہایت اعلیٰ درجہ کا عمل ہے، یہاں تک کہ ہر صاحب حیثیت پر اپنی دولت کا ڈھائی فیصد غریبوں پر خرچ کرنا ضروری ہے، اس میں اور گود لینے میں بڑا فرق ہے، اور یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ گود لینے کا عمل مکمل طور پر اختیاری ہے، ایک شخص اپنے اختیار سے گود لیتا ہے؛ لیکن اس سے اس کے دوسرے بچوں کا اور متعلقین کا حق متاثر ہوتا ہے، جب کہ اُن کا اختیار اس میں شامل نہیں ہوتا۔ بیٹی کے حق میراث کا مسئلہ بھی لاء کمیشن کے ارکان کی طرف سے بار بار اُٹھایا جا رہا تھا، اور وہ مساوات کی بات کر رہے تھے کہ بیٹا اور بیٹی کا حق برابر ہونا چاہئے، وفد نے ان پر واضح کیا کہ اسلام بنیادی طور پر انصاف (Justice) کا قائل ہے، اور اس نے حقوق اور ذمہ داریوں کو متعین کرتے ہوئے قدم قدم پر اس کا خیال رکھا ہے، کبھی مساوات و برابری بھی انصاف کے تقاضوں میں شامل ہوتی ہے، وہاں برابری ضروری ہوگی، اور کہیں انصاف کا تقاضا ہوتا ہے کہ سماج اور خاندان کے دو افراد کے حقوق اور ذمہ داریوں میں فرق رکھا جائے، وہاں برابری ایک نامنصفانہ عمل ہوگا، وفد میں شامل بہنوں نے خود یہ بات پوری قوت کے ساتھ کہی کہ شریعت میں ساری ذمہ داریاں بیٹے پر ہیں، بیوی کی کفالت، ماں باپ کی کفالت، بعض حالات میں نابالغ بھائیوں اور غیر شادی شدہ بہنوں کی کفالت اور خاندان کے دوسرے بزرگوں کی کفالت بیٹوں کے ذمہ ہے؛ لیکن لڑکیوں پر کوئی ذمہ داری نہیں رکھی گئی، عورتیں اپنی دولت کی پوری پوری مالک ہیں، شوہر اس میں کچھ تصرف نہیں کر سکتا، غرض کہ وفد نے مدلل طور پر اور پوری قوت کے ساتھ اپنا موقف پیش کیا، ہمارے وفد کے ایک رکن جو سپریم کورٹ کے سینئر ایڈوکیٹ ہیں، نے صاف طور پر کہا کہ حکومت قبائلیوں کو اور مختلف مذہبی اکائیوں کو یوسی سی سے استثناء دینے کو تیار ہے اور اس میں ہندو میرج ایکٹ میں مختلف وضاحت کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے کہ اگر رواج اس کے خلاف ہو تو ان پر یہ قانون نافذ نہیں ہوگا، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت خاص طور پر مسلمانوں کو نشانہ بنا رہی ہے، کیا یہی جمہوریت کا اور دستور میں دیئے گئے تحفظات کا تقاضا ہے؟ اگر چہ وہ اس سوال پر بپھر گئے؛ لیکن ان سے اس کا کوئی جواب بن نہیں پایا۔

اخیر میں صدر بورڈ کی حیثیت سے میں نے عرض کیا کہ آپ حضرات اس مسئلہ میں مسلمانوں کی مجبوری کو سمجھئے، ہندو میرج ایکٹ ویدوں پر مبنی نہیں ہے، اور یہ مقدس کتابوں سے نہیں بنائے گئے ہیں؛ بلکہ کچھ لوگوں نے اپنی سوچ اور اپنی سمجھ سے یہ قانون بنایا ہے، اور ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے بنایا ہے، ان کو اس میں تبدیلی کا بھی اختیار ہے، قانون شریعت کا معاملہ اس سے مختلف ہے، مسلم پرسنل لا کا ایک حصہ قرآن و حدیث پر مبنی ہے، جس کا تعلق ہمارے رواج سے نہیں ہے؛ بلکہ ہمارے عقیدہ اور یقین سے ہے؛ اس لئے اس میں اگر پوری دنیا کے مسلمان مل کر بھی کوئی تبدیلی لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے، دوسرا حصہ اجتہاد پر مبنی ہے، جس میں شریعت کے اصولوں کو سامنے رکھ کر فقہاء نے رائے قائم کی ہے، اس میں حالات اور مصالح کی تبدیلی سے کہیں کہیں تبدیلی کی جا سکتی ہے؛ لیکن آپ لوگ جن مسائل کو اُٹھا رہے ہیں، یہ سب براہ راست قرآن و حدیث سے ثابت ہیں، جن کی وضاحت بورڈ نے یوسی سی پر اپنے تفصیلی جواب میں داخل کیا ہے، کمیشن کے چیئر مین نے پوچھا کہ دوسری قسم کے قوانین کون سے ہیں، جن میں وقت کے لحاظ سے تبدیلی ہو سکتی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اس کی ایک مثال ۱۹۳۹ء کا قانون فسخ نکاح ہے، اس میں بیشتر احکام اجتہاد پر مبنی ہیں، اور خود ہندوستان کے علماء بھی اس میں حالات کے لحاظ سے تبدیلی کا مشورہ دیتے رہے ہیں۔

اس موقع پر کمیشن کے چیئر مین نے یہ بھی کہا کہ پاکستان اور مصر میں تو بعض قوانین میں تبدیلیاں کی گئی ہیں، میں نے عرض کیا کہ اول تو جو تأثر دیا جاتا ہے وہ غلط ہے، ان ملکوں میں زیادہ تر شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے بعض مسائل میں ایک فقہی مسلک کی جگہ دوسرے فقہی مسلک سے استفادہ کیا گیا ہے، دوسرے: میرے لئے آپ کی یہ بات بہت افسوسناک ہے، ہم ایک جمہوری ملک میں رہتے ہیں، جس میں فرد کی آزادی کا عہد کیا گیا ہے، اور آپ پاکستان اور مصر کے ڈکٹیٹروں کی مثال دیتے ہیں، کیا ایسے لوگوں کا عمل ہمارے لئے نمونہ بن سکتا ہے؟ ان سے یہ بات بھی کہی گئی کہ جن لوگوں کے لئے قانون بنایا جائے خود ان کی رائے کو بھی اہمیت دینی چاہئے، نہ یہ کہ کچھ لوگ اپنی سمجھ کے مطابق ان پر کوئی قانون تھوپ دیں، آخر حکومت نے مختلف طبقات کو مختلف قوانین سے اسی لئے تو الگ کیا ہے کہ ان پر ان کی پسند کے خلاف قانون مسلط نہ کیا جائے، تو پھر مسلمانوں کے ساتھ نامنصفانہ رویہ کیوں اختیار کیا جاتا ہے، اور دو قوموں کے لئے الگ الگ پیمانے کیوں رکھے جاتے ہیں؟

بہر حال طویل مذاکرہ کے بعد نشست ختم ہوئی، حکومت کی نیت کیا ہے، یہ تو اللہ کو معلوم ہے؛ لیکن بورڈ کے وفد نے مدلل طور پر اور پوری قوت کے ساتھ اپنا نقطۂ نظر پیش کیا، اس وفد میں شامل مختلف مسالک کے نمائندوں کا تعارف کراتے ہوئے یہ بات بھی صاف کر دی گئی کہ ان مسائل پر مسلمان پوری طرح متفق ہیں اور ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، بہر حال حکومت جو بھی قدم اُٹھائے مسلمانوں کو طے کرنا چاہئے کہ وہ ہر حال میں شریعت پر قائم رہیں گے، نہ کوئی خوف ان کو اس موقف سے ہٹا سکے گا اور نہ کوئی طمع ان کے قدم پھسلا سکے گی۔

Scanned with CamScanner

مدارس کی افادیت کا دائرہ کیسے وسیع کیا جائے؟

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

ہندوستان میں مسلمانوں کا سیاسی زوال ہوا تو اس کے ساتھ وہ فکری اور تہذیبی میدان میں بھی شکست خوردہ ہو گئے۔ انگریزوں نے ملک کی زمامِ اقتدار کو اپنے قبضے میں لیا تو یہاں کے باشندوں کے قلب و دماغ اور ذہن وفکر کو بھی اپنا غلام بنالیا۔ انگریز فوجوں کے جلو میں عیسائیت کے پرچارک بھی آگئے۔ انھوں نے جی جان سے عیسائیت کی تبلیغ کی۔ مناظرانہ ماحول میں عیسائی مشنریز نے اسلامی عقائد، شعائر اور احکام وتعلیمات کو نشانہ بنایا اور انھیں فرسودہ قرار دیا۔ انگریزوں نے ملک میں نیا نظامِ تعلیم جاری کیا، جو انھیں حکومت چلانے کے لیے کل پرزے فراہم کرے اور جس کے پروردہ صورت وشکل سے تو ہندوستانی ہوں، لیکن ان کے ذہن و دماغ، چال، ڈھال، عادت واطوار، رہن سہن، سب مغرب میں رنگ چکے ہوں۔ اس صورتِ حال میں علماء نے ارتداد کا خطرہ محسوس کیا۔ انھوں نے دیکھا کہ نئی نسل کا ایمان واعتقاد اسلامی عقائد و مسلّمات سے اٹھتا جارہا ہے۔ جدید تہذیب کی چمک دمک نے ان کی نگاہوں کو خیرہ کردیا ہے۔ نئی تعلیم سے ان کی معاشی مشکلات تو کسی حد تک دور ہورہی ہیں، لیکن ساتھ ہی وہ اپنے دین سے بھی بیگانہ ہو رہے ہیں اور اس سے ان کا رشتہ کم زور سے کم زور ہوتا جارہا ہے۔ اس صورتِ حال نے علماء کو بے چین کردیا۔ انھوں نے مسلم بچوں کے ایمان وعقیدہ اور دینی تشخص کی حفاظت کے لیے منصوبہ بندی کی۔ اس کا نتیجہ دار العلوم دیوبند کے قیام کی صورت میں سامنے آیا۔ پھر دیوبند کے طرز پر اور اس کے زیر اثر ملک کے دوسرے حصوں میں بھی بہت سے مدارس قائم ہوئے اور دینی تعلیم کا جال بچھا دیا گیا۔ ان مدارس نے ملکی تاریخ کے ایک نازک موڑ پر غیر معمولی خدمت انجام دی ہے۔ انھوں نے مسلمانوں کی نئی نسل کو فکری ارتداد سے بچایا اور اسلام پر ان کے اعتماد ویقین کو راسخ کیا۔ یہ ان مدارس کی عظیم الشان خدمت ہے، جسے عمومی طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ دینی مدارس نے اپنے مقصدِ وجود کے مطابق خدمت انجام دی ہے اور اب بھی کررہے ہیں۔ اس کے ساتھ ضروری ہے کہ وہ حالاتِ زمانہ سے مطابقت پیدا کریں اور عصری ضرورتوں کو بھی پورا کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن افسوس کہ بیش تر مدارس نے اس پہلو سے تغافل برتا ہے، اس بنا پر انھوں نے اپنی افادیت کھودی ہے اور وہ اپنا مطلوبہ کردار انجام نہیں دے پارہے ہیں۔ مدارس کی افادیت کا دائرہ وسیع کرنے کے لیے چند پہلوؤں میں کام کرنے کی ضرورت ہے:

(1) نصابِ تعلیم پر نظر ثانی: بیش تر مدارس میں جو نصاب پڑھایا جاتا ہے وہ 'درسِ نظامی' کہلاتا ہے۔ جس زمانے میں یہ نصاب تیار ہوا تھا وہ اپنے زمانے کے مطابق تھا اور اس دور کی ضرورتوں کو پورا کرتا تھا۔ مختلف زمانوں میں حسبِ ضرورت اس میں تبدیلیاں کی جاتی رہیں، لیکن پھر ایک زمانہ ایسا آیا جب نظر ثانی کا عمل موقوف ہوگیا۔ اس میں بعض مضامین ایسے شامل ہیں جن کی موجودہ زمانے میں کوئی افادیت نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ ان کی جگہ سماجی وسیاسی علوم اور دیگر ایسے جدید مضامین شامل کیے جائیں جن سے واقفیت ہر شخص کے لیے ضروری ہے۔

(2) تقابل ادیان کے مضمون کی شمولیت: ہندوستان کثیر مذہبی معاشرہ کا ملک ہے۔ یہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے ایک ساتھ رہتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک مذہب کے ماننے والوں کو دوسرے مذہب کے بارے میں بنیادی معلومات بھی نہیں ہیں۔ یہی نہیں، بلکہ وہ بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔ مسلمانوں کے لیے دیگر مذاہب سے واقفیت اور بھی ضروری ہے، اس لیے کہ وہ داعی قوم ہیں۔ مدعو قوم کی نفسیات، عقائد و افکار، رسوم وروایات اور عادت واطوار کو جاننا ضروری ہے، بلکہ ان کا دینی فریضہ بھی ہے۔ لیکن افسوس کہ مدارس نے اس پہلو پر کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ ضرورت ہے کہ مدارس میں تقابلِ ادیان کے مضمون کی تدریس ہو اور معروضی انداز میں دیگر مذاہب کا مطالعہ کروایا جائے۔

(3) فقہِ مقارن کی تدریس: ہندوستان میں اکثر مدارس میں فقہ حنفی کا غلبہ ہے۔ اس لیے یہاں کے مدارس میں فقہ کے نام پر فقہ حنفی ہی کی تدریس ہوتی رہی ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ بھی نہ تھا، لیکن اس کی تدریس کا جو طریقہ اختیار کیا گیا، جیسے فقہ حنفی ہی برحق ہے اور دیگر فقہی مسالک کو نقلی اور عقلی دلائل سے فقہ حنفی کو راجح اور دیگر مسالک کو مرجوح قرار دیا جاتا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مختلف مسالک پر عمل پیرا لوگوں کے درمیان خلیج پیدا ہوئی اور اس کے اثرات سماجی زندگی میں بھی ظاہر ہوئے۔ ضرورت ہے کہ مدارس میں 'فقہ مقارن' کو رواج دیا جائے۔ اس سے ذہنی توسع پیدا ہوگا اور فکر کے دریچے کھلیں گے۔ علامہ ابن رشد کی 'بدایۃ المجتھد' اس مضمون کی بہترین کتاب ہے۔ بعض مدارس نے اس کو اپنے یہاں داخل نصاب کیا ہے۔ بہ ہر حال اس پہلو پر مدارس کی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

(4) زبانوں سے واقفیت: مدارس کا ذریعۂ تعلیم اردو زبان ہے۔ دینی مصادر کے عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے بعض مدارس میں عربی زبان پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ اس طرح فارغین مدارس کو عموماً عربی اور اردو پر قدرت حاصل ہوتی ہے، لیکن دیگر زبانوں سے وہ تقریباً نابلد ہوتے ہیں۔ انگریزی بین الاقوامی زبان ہے، اس سے اچھی واقفیت تسلیم شدہ ہے، علمی ترقی اور سماجی ضرورت کا تقاضا ہے کہ طلبۂ مدارس انگریزی زبان سمجھنے، بولنے اور لکھنے پر قادر ہوں۔ اسی طرح ہندی ملک کی قومی زبان ہے۔ اس سے نہ صرف واقفیت ضروری ہے، بلکہ اس میں اتنی مہارت مطلوب ہے کہ اس کے ذریعہ باشندگانِ ملک کو مخاطب کیا جاسکے اور ان کے سامنے اسلام کا پیغام پہنچایا جاسکے۔

(5) صحافت اور میڈیا کا تجربہ: موجودہ دور میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ اس کے ذریعہ سماج پر اثر ڈالا جاتا ہے، افکار ونظریات کی ترسیل کی جاتی ہے، دوسروں کے افکار بدلے جاتے ہیں اور اپنے افکار کی چھاپ ڈالی جاتی ہے۔ گویا جس کے قبضے میں میڈیا ہوتا ہے، حکم رانی کا مقام اصلاً اسی کو حاصل ہوتا ہے۔ ملک کے تمام مدرسوں میں مجلسِ صحافت ونشریات ہوتی ہے۔ مدرسہ کا ترجمان پندرہ روزہ یا ماہانہ رسالہ نکلتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ شعبہ بالکل بے جان ہوتا ہے۔ اس میں نہ زندگی کی رمق پائی جاتی ہے نہ رسالے کے مشتملات موجودہ دور کے ذہن کو اپیل کرنے والے اور اس کی ضروریات کی تکمیل کرنے والے ہوتے ہیں۔ صحافت اور میڈیا ایک ترقی یافتہ فن بن چکا ہے۔ ضرورت ہے کہ مدارس میں اس کی تعلیم وتربیت ایک فن کی حیثیت سے ہو اور طلبہ کو اس کا عملی تجربہ بھی کرایا جائے، تاکہ کوئی وہ عملی زندگی میں داخل ہونے کے بعد سماج کی قابل قدر خدمت کرسکیں۔

(6) جدید موضوعات پر لیکچرس کا اہتمام: دینی علوم میں اختصاص پیدا کرنا مدارس کا نصب العین ہے۔ اس بنا پر ممکن نہیں کہ دیگر مضامین تفصیل کے ساتھ طلبہ کو پڑھائے جاسکیں۔ دوسری طرف بدلتے ہوئے حالات کا شدید تقاضا ہے کہ طلبہ کو جدید موضوعات اور نئی معلومات سے بھی روشناس کرایا جائے، اس لیے اس سے بالکلیہ محرومی طلبہ کو سماج میں نکو بنا کر رکھ دے گی۔ اس کی تلافی اس طرح کی جاسکتی ہے کہ مدارس میں وقتاً فوقتاً جدید علوم کے ماہرین کو مدعو کیا جائے اور مختلف عصری موضوعات پر ان کے لیکچر کرائے جائیں۔ اس طرح طلبہ کا ذہنی افق وسیع ہوگا اور وہ نئے حالات سے خود کو ہم آہنگ کرسکیں گے۔ یہ چند تجاویز اور مشورے ہیں، جو مدارس کی افادیت کے دائرے کو وسیع کرنے کے لیے پیش کیے گئے ہیں۔ ان پر عمل کیا جائے تو امید ہے کہ ان مدارس سے فارغ ہونے والے طلبہ سماج میں اپنا قائدانہ کردار ادا کرسکیں گے۔

رشتوں کو باندھے رکھنا، خواتین کی ذمہ داری

فرح بنت احکام سنڈیلہ

شادی صرف ایجاب وقبول کا نام نہیں، اس رشتے میں کتنی ہی ان کہی ذمہ داریاں بھی ساتھ آتی ہیں، میاں بیوی ہی نہیں سسرال سے متعلق ہر پہلو کی سمجھ رکھنا اچانک ہی آپ کے حصہ میں آجاتی ہے ہندوستانی خاندانوں میں احترام، لگن، ذمہ داری اور وابستگی جیسے جذبات کی آج بھی ہر دلہن سے توقع کی جاتی ہے۔

اسی لئے سب سے پہلا اور ضروری قدم یہ ہے کہ ازدواجی زندگی میں داخل ہوتے ہی اس دنیا کو پورے جذبے سے قبول کیا جائے، اس سے آپ ان تبدیلیوں کو بھی قبول کر پائیں گی جو شادی شدہ زندگی اپنے ساتھ لے کر آتی ہے، نکاح کے بعد ہی تحمل سمجھداری اور پختگی کے ساتھ زندگی بھر ساتھ نبھانے کا نظریہ جڑ جاتا ہے، یہی نظریہ آگے چل کر رشتوں کو تقویت عطا کرتا ہے، نئے تعلقات کی جو بنیاد شروع میں بنتی ہے وہ ہمیشہ کے لئے انہیں جوڑے رہتا ہے، کئی بار گھر خاندان کا ماحول جیسا سوچا یا خواہش کی جاتی ہے، ویسا نہیں ہوتا، سسرال میں بہت کچھ ایسا بھی ہوتا ہے جو نئی بہو کے خیالات اور رویے سے میل نہیں کھاتا، لیکن اگر آپ ان رشتوں کو دل سے اپنا سمجھیں گے تو سارے مسائل ہنستے مسکراتے حل ہوجائیں گے، یاد رکھنا چاہئے کہ جو رشتے دل کی گہرائی سے بنتے ہیں وہ آسانی سے نبھتے بھی ہیں، ان میں کوئی ریا کاری اور دکھاوا نہیں ہوتا، شادی کے ساتھ بے شمار خوشیاں زندگی میں دستک دیتی ہیں، جو اپنے ساتھ کچھ ذمہ داریاں بھی لاتی ہیں، چیلینجز سے بھرا ہوتا ہے، نئی شادی شدہ زندگی کا نیا دور، ایسے میں گھر خاندان کے لوگوں کا ساتھ اس سفر کو آسان کرسکتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ آپ ہر رشتے سے دل سے جڑیں، صرف شوہر ہی نہیں ان کے خاندان سے بھی جڑیں، دماغ میں ایسا کوئی احساس نہ لائیں جو آپ کو تعلقات اور رشتوں سے دور کردے، بلکہ ہم آہنگی اور پیار بھری سوچ سے سب کا دل جیت لیں، کم از کم شروع میں سمجھوتہ کرنے کے جذبہ کو دل میں ضرور رکھیں، کیوں کہ سسرال کے آنگن میں آپ سے متعلق ہر رشتہ صرف کچھ دن نبھانے کی رسم نہیں ہے، یہ تعلق زندگی بھر کے لئے آپ سے جڑ جاتے ہیں، کسی بھی رشتے کو نبھانے کے لئے صحیح نظریہ اور پختہ اور مثبت سوچ کی ضرورت ہوتی ہے، شادی کے بعد ایک لڑکی سے وابستہ تعلقات پر یہ بات خاص طور پر لاگو ہوتی ہے، ان رشتوں میں اکثر کہا جاتا ہے کہ میرے سسرال والے مجھے نہیں سمجھتے یا پھر سسرال سے وابستہ لوگ کہتے ہیں کہ نئی بہو کا ان کے ساتھ کوئی تال میل نہیں بیٹھ رہا، ایسے میں ایک دوسرے کے جذبات اور ضروریات کو سمجھتے ہوئے رشتوں میں نزدیکیاں لائی جاسکتی ہیں، ایسی سوچ میں دلہن کا بہتر رویہ اور مثبت فکر سونے پر سہاگہ کا کام کرتی ہے۔

سسرال میں سمجھ دار بنے کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آپ اپنی شخصیت کو پوری طرح خارج کردیں لیکن ہندوستانی معاشرے میں شادی کو لے کر جو روایتی سوچ ہے اس میں نئی بہو سے خود آگے بڑھ کر ہم آہنگی پیدا کرنے اور قوت برداشت رکھنے کی امید کی جاتی ہے، ازدواجی زندگے کے آغاز میں ان دو باتوں کا خاص طور پر خیال رکھنا ضروری ہے، اگر چہ کچھ ہی وقت کے بعد حالات بہت حد تک بدل جاتے ہیں، نئے رشتوں کو اچھے سے سمجھ لینے سے پہلے ہر بات میں اپنی رائے دینے سے بچیں تو بہتر ہوگا، کوئی بات کہنی ہو تو آہستہ سے کہیں، پیار سے اپنا خیال سب کے ساتھ اشتراک کریں، یوں تو میاں بیوی کی سمجھداری کی اہمیت کسی بھی مقام پر کم نہیں ہوتی، مگر خیال رہے کہ یہ وقت تو آپ کے صبر کے امتحان کا دور ہوتا ہے اس لئے نئی نئی شادی میں تبدیلیوں کی سوغات کو نجوئے ہوئے کسی بھی حالت میں دماغی توازن کو بگڑنے نہ دیں، والدین کا گھر چھوٹنے اور نئے رشتوں کے جڑنے سے اس دور میں اپنا جذباتی توازن برقرار رکھیں، دل سے کمزور نہ پڑیں، اپنے اوپر قابو رکھ کر غصہ کرنے یا کسی کو ذلیل کرنے سے بچیں، نئے خاندان میں اپنی شخصیت کو ماحول کے مطابق ڈھالنے کی کوشش تو آپ کو ہی کرنی ہے، ان سب کے لئے ہم آہنگی کی فکر بے حد ضروری ہے۔

رشتوں کو اچھے سے نبھانے کے لئے ضروری ہے کہ بات چیت کا سلسلہ کبھی نہ ٹوٹے، ایک نئی نویلی بہو کے لئے سسرال میں ہر چیز نئی اور انجان ہوتی ہے، بات چیت کا سلسلہ قائم رہے تو تلخی بھی مٹھاس میں بدل جاتی ہے، اس نئی دنیا میں نئی دلہن کے لئے بہت کچھ نیا تو ہوتا ہی ہے، حیران و پریشان کرنے والا بھی ہوتا ہے، ان حالات میں سب سے زیادہ مدد ملتی ہے اپنوں کے ساتھ ہونے والی بات چیت سے، اسی لئے گھر کے چھوٹے بچوں سے لے کر بڑوں تک سب سے دل سے ملیں نئی اور پرانی نسل سے بات کریں، ان کے دل کی بات سنیں اور سمجھیں اور ان سے اپنی بات شیئر کریں، بات چیت کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ اس سے کبھی بھی رشتوں میں اعتماد کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا، خاندان کے افراد ہوں یا رفیق حیات، جب تک بات چیت کی ڈور انہیں باندھے رہتی ہے، دل میں دوریاں نہیں آسکتیں۔ شادی کا مطلب ہے ایک نئی دنیا میں دستک! خاص کر لڑکیوں کے لئے نیا ماحول، نئے لوگ، ایسے میں زیادہ کچھ نہیں کرتا ہے بس اس نئی دنیا کو دل سے اپنائیں اور اپنوں سے بات چیت کا سلسلہ بنائے رکھیں۔ (سہارا، ۸/ جنوری ۲۰۱۷)

Scanned with CamScanner

تواضع اور انکساری اختیار کیجئے

ساجدہ فرزانہ صادق

غرور اور گھمنڈ جس قدر برا اور قبیح ہے، عاجزی اور انکساری اسی قدر اپنے دامن میں بھلائیاں رکھتی ہے۔ غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے اور تواضع سے ہمیشہ سربلندی اور سرفرازی حاصل ہوتی ہے جو لوگ غرور و تکبر سے اپنے دل کو پاک رکھتے ہیں اور تواضع و انکساری کی صفت اختیار کرتے ہیں خدا ایسے لوگوں کو بے حد پسند فرماتا ہے۔ دنیا میں بھی ایسے ہی لوگوں کی عزت کی جاتی ہے جو اپنے آپ کو حقیر اور عاجز سمجھتے ہیں اور آخرت میں ایسے ہی لوگوں کو سربلندی اور عزت ملے گی۔

قرآن اور سنت سے تواضع کی فضیلت اور اہمیت ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ''(اے نبیؐ) مومنین جو آپ کے پیروں ہیں ان کے لئے اپنے بازو جھکا دو۔'' اللہ تعالیٰ اپنے مومنین بندوں کی تعریف ان الفاظ میں فرماتا ہے۔ رحمان کے خاص بندے تو وہی ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔'' دوسری جگہ فرمایا: ''آخرت کے اس گھر (جنت) کا وارث ہم انہیں کو کریں گے جو نہیں چاہتے دنیا میں بڑائی حاصل کرنا اور فساد کرنا۔'' رسول اللہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی کہ تواضع اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرنے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔ (مسلم) اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: -''صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا اور جو بندہ عفوو درگزر سے کام لیتا ہے اللہ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جس کسی نے اللہ کی خاطر نہ تواضع اختیار کی اللہ تعالیٰ نے اس کو سربلندی اور سرفرازی عطا فرمائی۔'' (مسلم)

ایک سچا مومن کبھی غرور و فخر نہیں کرتا اپنے آپ کو بڑی چیز نہیں سمجھتا بلکہ تواضع و خاکساری کا وصف اپنے اندر پیدا کرتا ہے عاجزی و انکساری کو اختیار کرتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا عطیہ ہے جس سے وہ اپنے مخصوص بندوں ہی کو نوازتا ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں، ''اور لوگوں سے اپنا منھ مت پھیر اور زمین میں اکڑ کر نہ چل بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی گھمنڈی اپنی بڑائیاں بیان کرنے والا۔ اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز پست رکھ۔ بے شک سب سے زیادہ ناپسندیدہ آواز گدھے کی ہے۔'' (لقمان ۱۸-۱۹)، اس کے برعکس اکڑنا اور اترانا اور کبر و نخوت کے نشے میں چور رہنا قرآن اسے خدا کے باغیوں کے اوصاف میں شمار کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''سو نہ یقین لایا (ان دیکھی حقیقتوں پر) اور نہ نماز پڑھی بلکہ (ان کو) جھٹلایا اور منھ موڑا۔ پھر چل دیا اپنے گھر کو اکڑتا ہوا (قیامہ۔ ۳۱-۳۳)، قارون کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ وہ زمین پر اتراتا ہوا چلتا تھا: ''بے شک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا۔ پھر وہ ان پر سرکش ہو گیا اور ہم نے اسے ایسے خزانے دیئے تھے کہ اس کی کنجیاں اٹھانے زور آور مردوں کی جماعت تھک جاتی۔ یاد کرو کہ جب اس سے اس کی قوم نے کہا کہ مت اترا۔ بے شک اللہ کو اترانے والے نہیں بھاتے۔'' (قصص۔ ۷۶)، یہی حال کبر و نخوت کا ہے جو ہمیشہ سے خدا کے نافرمانوں ہی کا شیوہ رہا ہے ابلیس کو جس چیز نے راندۂ درگاہ بنایا وہ یہی اس کا کبر و نخوت کا مرض تھا۔ قرآن میں فرمایا گیا: ''مگر ابلیس نے نہ مانا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا'' (بقرہ ۳۴)

تواضع و انکساری کا اختیار کرنا بندہ مومن کے لئے دنیا و آخرت دونوں جگہ سربلندی کا ذریعہ بنتا ہے۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بر سر منبر فرمایا کہ لوگو! تواضع اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: ''جو شخص خدا کے لئے تواضع اور فروتنی اختیار کرے خدا اسے بلند کر دیتا ہے اور وہ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہوں میں بڑا ہوتا ہے اس کے برخلاف جو شخص تکبر و غرور کرتا ہے خدا اسے پست کر دیتا ہے پھر وہ لوگوں کی نگاہوں میں چھوٹا اور حقیر ہوتا ہے اگر چہ وہ خود کو بڑا تصور کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ وہ لوگوں کی نگاہوں میں بدتر ہو جاتا ہے۔'' (بیہقی)، مطلب یہ ہے کہ مومن جب تواضع و انکساری اختیار کرتا ہے تو خدا اسے بلندی عطا کر دیتا ہے اس کا اثر دنیا میں ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کی نگاہوں میں اسے عظمت حاصل ہو جاتی ہے اور لوگ اس کی عزت و تعظیم کرنے لگتے ہیں بخلاف متکبر انسان بزعم خویش خود کو سب سے اونچا تصور کرتا ہے لیکن خدا اسے پست اور ذلیل کر دیتا ہے اس کا نتیجہ دنیا میں بھی ظاہر ہو کر رہتا ہے وہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و حقیر ہوتا ہے یہ ذلت اس حد تک بڑھ سکتی ہے کہ لوگ اسے بدتر تصور کرنے لگیں۔ اللہ کے پیارے رسول کی ذات گرامی اخلاق عالیہ کا پیکر تھی جیسا کہ خود قرآن مجید اس کی گواہی دیتا ہے: اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْم (قلم) ''بے شک آپ اخلاق کے بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ آپ کے اندر تواضع و انکساری کا یہ وصف بھی بدرجہ اتم موجود تھا جس کے نتیجہ میں آپ کی شخصیت سرتاپا رفق اور نرمی میں تبدیل ہو گئی تھی جسے قرآن آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام قرار دیتا ہے۔ ''پس اللہ کی عطا کردہ رحمت ہی کے سبب تو ان کے لئے نرم دل ہوا۔ اگر تو تندخو اور سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے چھنٹ جاتے۔'' (آل عمران ۱۵۹)، اللہ کے رسول اپنی زندگی میں انتہائی خاکسار اور متواضع تھے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ چلنے میں بھی کسی قسم کا عار نہیں تھا۔ حضرت عبداللہ بن اوفیٰ کا بیان ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے ذرا عار نہ ہوتا کہ کسی بیوہ اور مسکین کے ساتھ چلیں اور اسکی حاجت روائی کریں۔ (نسائی، دارمی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع و خاکساری کا یہ عالم تھا کہ مدینہ کی ایک معمولی باندی بھی آپ کا ہاتھ پکڑے جہاں چاہتی لئے چلی جاتی تھی۔'' (بخاری)، دوسرے موقع پر جس کی تفصیل حضرت انسؓ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت جس کا دماغی توازن کچھ گڑبڑ تھا، آپ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے آپ سے ایک ضرورت ہے آپ اس کے ساتھ گلی میں بیٹھ گئے اور اس کی ضرورت کی بابت اسے اطمینان دلا کے اٹھے۔ (مسلم) یہی نہیں بلکہ اگر کوئی ضرورت مند درشت خوئی سے بھی پیش آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خندہ پیشانی سے اس کی بات سنتے اور اس کی ضرورت پوری کرتے۔ حضرت انسؓ ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں جا رہے تھے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے اتنے میں ایک بدو آیا اور چادر اس زور سے کھینچا گردن مبارک پر نشان پڑ گئے۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے خفا تو کیا ہوتے، ہنس پڑے اور حکم دیا کہ اسے کچھ دے دلا دیا جائے۔'' (متفق علیہ)، حضرت اسود بن یزیدؓ نے فرمایا: حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ: اہل خانہ کی مدد یعنی خدمت کیا کرتے تھے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ (بخاری)، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکسار اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر کھانا کھانا بھی پسند نہیں فرماتے تھے کہ یہ چیز بھی مومن کی شان بندگی کے منافی ہے۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے فرماتے: میں (میں اللہ کا غلام ہوں) کھاتا ہوں جس طرح غلام کھاتا ہے اور بیٹھتا ہوں جس طرح غلام بیٹھتا ہے۔''، (شرح السنۃ) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے۔ روای کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس سے جھاڑ لے اور اس کو کھا لے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور آپ نے حکم دیا کہ کھانے کے بعد پیالے کو صاف کر لیا جائے۔ فرمایا تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔'' (مسلم)، حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر اس نے بکریاں چرائیں، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اور آپ یا رسول اللہ! فرمایا ہاں میں بھی چند قیراط مزدوری پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ (بخاری)، حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مجھے کسی جانور کے پائے یا ہاتھ کے گوشت کی دعوت دی جائے تو میں اسکو قبول کروں گا اور اگر میری طرف جانور کے پائے یا ہاتھ کا گوشت ہدیہ بھیجا گیا تو میں اس کو قبول کروں گا'' (بخاری)، عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے نہیں دیکھا کہ ٹیک لگا کر کھانا کھایا ہو (جیسا کہ بادشاہوں کا دستور ہے) اور کبھی کسی شخص نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ دو آدمی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلتے ہوں (جیسا کہ بادشاہوں کا دستور ہے) وہ اپنے ساتھ باڈی گارڈ رکھتے ہیں جو ہٹو بچو کی صدائیں لگاتے ہیں۔ (ابوداؤد)، قدامہ بن عبداللہؓ کہتے ہیں: ''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کے دن بھورے رنگ کی اونٹنی پر سوار کنکری مارتے دیکھا نہ وہاں سپاہیوں کی مار پیٹ تھی نہ ہٹو بچو کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں'' (ترغیب و ترغیب) یہ آخری حج کا واقعہ بیان ہوا ہے جب پورا ملک عرب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماتحت تھا آپؐ میں شاہانہ کرّوفر نام کو نہ تھا۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حال یہ تھا کہ مدینہ منورہ سے کوئی فوجی مہم روانہ ہوتی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ بڑھاپے کے باوجود دور تک پیدل اس کے ساتھ چلتے اور اگر کوئی افسر از راہ تعظیم گھوڑے سے اترنا چاہتا تو اسے روک دیتے فرماتے اس میں کیا مضائقہ ہے اگر تھوڑی دور تک اللہ کی راہ میں اپنے پاؤں غبار آلود کرلوں! حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فوج لے کر شام کی طرف روانہ ہونے لگے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ انکو شہر سے باہر تک رخصت کرنے کے لئے ساتھ ساتھ پیدل چلنے لگے۔ حضرت اسامہ گھوڑے پر سوار تھے اور آپ پا پیادہ تھے جو اس وقت خلیفہ تھے حضرت اسامہ کو یہ گوارا نہ ہوا اور انہوں نے عرض کیا ''خلیفہ رسول! آپ بھی گھوڑے پر سوار ہوں یا پھر اجازت دیں کہ میں بھی آپ کے ساتھ پیدل چلوں' آپ نے فرمایا اگر میں تھوڑی دیر کے لئے اپنے پاؤں خدا کی راہ میں غبار آلود کرلوں تو اس میں کیا حرج ہے غازی کے ہر قدم کے بدلے سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔''، خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کا بھی یہی حال تھا کہ آپ جہاں جہاں ضرورت ہوتی تو خود چلے جاتے اور اپنے کام اپنے ہاتھوں انجام دیتے تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظم نے جس وقت شام کا سفر فرمایا تو اونٹ پر سوار تھے اور جب بیت المقدس میں داخل ہوئے تو جسم پر جو لباس تھا اس میں چودہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ بعض پیوند چمڑے کے بھی تھے مسلمانوں نے اس خیال سے کہ عیسائی امیر المومنین کے معمولی لباس اور بے سروسامانی کو دیکھ کر اپنے دل میں کیا کہیں گے مشورہ دیا کہ اس موقع پر اونٹ کے بجائے گھوڑے کی سواری موزوں ہوگی اور کپڑے بھی سفید پہن لیتے تو بہتر ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کے اصرار پر کپڑے پہن لئے اور ایک کندھے پر حضرت ابوعبیدہؓ کا پیش کیا ہوا کتان کا ایک رومال بھی ڈال لیا۔ پھر ایک اسپ تازی لایا گیا اور اس پر سوار ہوئے لیکن جب وہ اٹھلاتا ہوا چلا تو آپ فوراً اتر پڑے اور ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ''مسلمانو! میری غلطی معاف کرنا، قریب تھا کہ تمہارا امیر ہلاک ہو جائے اس سرو سامان نے میرے دل میں ایک عجیب غرور پیدا کر دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے وہ کپڑے اتار دیئے اور اپنے وہی پیوند لگے کپڑے پہن لئے۔ ایک دن منبر پر چڑھ کر فرمایا: ''ایک دن وہ تھا کہ میں اپنی خالہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور وہ اس کے عوض میں مٹھی بھر کھجوریں دیا کرتی تھیں۔ آج میرا یہ زمانہ ہے۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا: - یہ تو آپ نے اپنی تنقیص کی۔ آپ نے فرمایا: ''تنہائی میں میرے دل نے کہا کہ تم امیر المومنین ہو، اس لئے میں نے سوچا کہ اسکو اپنی حقیقت بتا دوں۔ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی باوجود اپنی امارت وخلافت کے انکسار و تواضع کے پیکر تھے۔ گھر میں بیبیاں لونڈی غلام تھے لیکن اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کر لیتے۔ رات کو تہجد کے لئے اٹھتے اور کوئی بیدار نہ ہوتا تو خود ہی وضو کا سامان کر لیتے۔ کوئی آپ سے سخت کلامی کرتا تو نرمی سے جواب دیتے۔ حضرت عثمانؓ بہت دولت مند تھے لیکن آپ کی انکساری کا یہ عالم تھا کہ آپ مسجد نبوی میں صرف ایک چادر سر کے نیچے رکھ کر سو جاتے تھے سو کر اٹھتے تو بدن پر کنکریوں کے نشانات ہوتے تھے۔ آپ کے مزاج میں انتہا درجہ کی انکساری تھی۔ خلیفہ چہارم حضرت علیؓ بہت ہی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ بڑے بہادر اور دلیر تھے۔ مگر آپ کا یہ حال تھا کہ اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کرتے لوگ مسائل پوچھنے آتے تو آپ کو بھی تھی جوتہ گانٹھتے اور کبھی اونٹ چراتے اور کبھی زمین کھودتے ہوئے دیکھتے۔ زمین پر سوتے ایام خلافت میں بھی سادگی برقرار رہی۔ معمولی کپڑے پہن کر بازار میں گشت کرتے۔ اگر لوگ تعظیم کرتے تو فرماتے ''یہ والی کے لئے فتنہ اور مومن کے لئے ذلت ہے''، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم تمام مسلمانوں کو عاجزی و انکساری کو اختیار کرنے کی توفیق دے آمین!

Scanned with CamScanner

معاشرہ میں فکری اصلاح کی ضرورت

مولانا علی احمد مظاہری

کسی بھی معاشرے میں کوئی انقلاب لانے کے لئے فکری اصلاح اور عقائد کی درستی کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے پوری انسانی زندگی کی تعمیر سے پہلے عقائد کی تعمیر نہایت ضروری ہے، اصلاح فکر اور سوچ کی صحیح سمت متعین کرنے کے بعد ایک مکمل انقلاب برپا کرنا نہایت آسان ہوجاتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انقلاب اسلامی کے لئے یہی راہ اختیار فرمائی عہد نبوت کے ۲۳؍سالوں میں سے پہلے تیرہ ۱۳سال جو مکی دور کہلاتے ہیں ان میں رسول اکرم اللہ نے خیالات فاسدہ اوہام باطلہ اور جاہلانہ عقائد کے خلاف ایک زبردست تحریک چلائی اس پوری مدت میں قرآن مجید کا مدار بحث اصلاح فکر ہی رہا۔

اسلام کے تین بنیادی عقائد (۱) توحید (۲) رسالت (۳) معاد:۔ اور یہ واقعہ ہے کہ ان تینوں پر ایمان کامل کے بعد حیات انسانی یکسر تبدیل ہوجاتی ہے۔ خدائے واحد پر ایمان لے آنا محض ایک فلسفیانہ حقیقت کے مان لینے کا نام نہیں ہے یا کوئی عارضی قانون نہیں ہے بلکہ جب ایک خدائے لم یزل کا اقرار کیا جاتا ہے تو باقی تمام جھوٹے خداؤں کا انکار کرنا لازم ہوجاتا ہے۔ صرف خداوند بزرگ و برتر ہی کو طاقت کا سرچشمہ ماننا پڑتا ہے۔ اس کو مقتدر اعلیٰ اور قانون دینے والا ماننا پڑتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ إِنَّ اللَّـهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِير: کہ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ایک خدا پر ایمان لانے کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ خالق بھی وہی ہے، مالک بھی وہی ہے ہم اس کا دیا ہوا کھاتے ہیں عزت اور ذلت اس کے اختیار میں ہے۔ جب اسکی طرف سے ذلت مقدر ہوجائے تو کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی اور اگر وہ کسی کو اپنی عنایت کے لئے مختص کرے تو بھی اس کے ارادے میں تبدیلی کرنا مخلوقات میں کسی کے بس کا روگ نہیں۔ اگر خدائے واحد پر ہمارا ایمان کامل ہو تو ہمارے ہر عمل سے خدا پرستی کا اظہار ہوگا۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایک تاجر چند پیسوں کی خاطر اپنا ایمان ضائع کردے۔ الغرض جب کسی شخص کو سلامتی فکر نصیب ہوگی تو اس کی پیشانی صرف خدائے واحد کے سامنے جھکے گی کسی دوسرے کے آگے نہیں جھکے گی۔

عقیدہ رسالت:۔ رسالت پر ایمان لانے کا مطلب یہ نہیں کہ صرف زبانی طور پر جملہ انبیاء کرام کی رسالت پر ایمان لے آئیں ان کی حقانیت کو تسلیم کرلیں آپ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کردیں اور بس، بلکہ بعثت انبیاء کا واضح مقصد یہ ہے کہ اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائیے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ خداوند کریم کا پاک ارشاد ہے کہ میرے رسول کے فیصلوں کو بلا کسی چوں چرا قبول کرو اور ان کے فیصلے کے خلاف اپنے دل میں کسی قسم کی ناگواری کا اظہار بھی نہ کرو۔ چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بھی مومن اس وقت تک کامل طور پر مومن نہیں ہوسکتا جب تک بیوی بچے مال و دولت اور دنیا و مافیہا سے زیادہ محبت حضور سے نہ ہوجائے جس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر چیز سے زیادہ ہوگی وہی صحیح معنی میں ایمان کامل سے سرفراز ہوسکتا ہے، اس کے بغیر نہیں۔ معلوم ہوا کہ عقیدہ رسالت کا صحیح مطلب اطاعت ہے۔

عقیدہ معاد:۔ عقیدہ توحید و رسالت کے بعد معاد کا عقیدہ بھی محض یوم آخرت پر یقین کرلینے پر اکتفاء نہیں ہے، بلکہ یہ وہ عقیدہ ہے جو ہر وقت انسانی فکر و عمل پر پہرہ دیتا ہے کوئی بھی عمل واقع ہونے سے پہلے فکر انسانی کی توجہ اس طرف مبذول کراتا ہے کہ ایک دن پوری نسل انسانی کو مالک حقیقی کے روبرو اپنے تمام اعمال کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اور اس دار العمل میں جو کچھ بھی ہم سے سرزد ہوگا اسکی سزا و جزا کے فیصلوں کا صدور ہوگا۔ یہ وہ بنیادی عقائد تھے جن پر سب سے پہلے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی توجہ مرکوز فرمائی اور تاریخ شاہد ہے کہ آپ کے اس فکری انقلاب نے نگاہوں کے زاویئے بدل دیئے۔

صبغۃ اللہ:۔ کا ایک ہی رنگ ہر طرف نظر آنے لگا ایک خدا کے ماننے والوں کے درمیان سے ہر طرح کی تفریقات ختم ہوگئیں۔ تمام کلمہ گو ایک عالمگیر امت مسلمہ کے رکن بن گئے فکر اسلامی کی روح زندگی کے ہر شعبے میں سرایت کرگئی، پوری تمدن میں یکسانیت پیدا ہوگئی، جب اہل ایمان مساجد میں خدائے لم یزل کے حضور سجدہ ریز ہوگئے انہوں نے قرآن کو سینے سے لگالیا فکر پختہ ہوگئی تو پھر وہ کھیت میں کام کررہے ہوتے یا بازار میں خرید و فروخت یا وہ کرسی عدالت پر جلوہ افروز ہوتے یا میدان جنگ میں داد شجاعت دے رہے ہوتے ہر جگہ ان کے اخلاق میں مومنانہ شان کا اظہار ہوتا جس قرآن کی آواز منبر و محراب سے گونجتی اسی کی صداقتوں پر حکومت کا نظم و نسق چلتا۔ ایمان ایک عمل انگیز قوت ہے یہ ایمان ہی کا کرشمہ تو تھا کہ دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیں ایک ایسا شخص بھی نظر آتا ہے جو خود حاضر ہوکر عرض کرتا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوا ہے مجھ پر حد جاری کیجئے۔ یہ ایمان ہی کا ثمرہ ہے ایک شخص کو کسریٰ کا تاج ملتا ہے وہ اسے اپنی گدڑی میں چھپا کر لاتا ہے اور بیت المال میں جمع کرادیتا ہے۔ یہ اسی انقلاب فکر کی انتہا ہی تو ہے کہ جب غزوہ بدر میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم خداوند کریم کا یہ ارشاد لوگوں کو سناتے ہیں، بڑھو جنت کی طرف جس کی وسعت زمین و آسمان ہیں، تو ایک شخص جو کھجور کے چند دانے کھا رہا تھا پھینک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کھجوروں کو کھاؤں گا تو بہت وقت لگے گا میدان جنگ میں کود پڑتا ہے اور داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کرتا ہے۔ عقائد پر پختگی کا عظیم مظاہرہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں امتناع شراب کا حکم نازل ہوتا ہے اور زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا اعلان ہوتا ہے تو اس تواضع کے ساتھ اس کی اطاعت ہوتی ہے کہ جب کانوں تک خدا کا حکم پہونچتا ہے تو جو شراب پیالوں میں تھی، پھینک دی جاتی ہے اور جو زطرے ہونٹوں پر تھے تھوک دیئے جاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا انقلاب اور ہنگامی نہیں تھا۔ یہ تاریخ کا سب سے ہمہ گیر پُر امن مثبت اور فکری انقلاب تھا۔ یہی وہ انقلاب تھا جس نے نسل انسانی کی مختلف ذہنیت کو ایک سانچے میں ڈھال دیا۔ یہ وہی انقلاب تھا جو ۲۳؍سال کی مختصر مدت میں کم وبیش دس لاکھ افراد تیار کردیئے اور بہت ساری جگہوں پر اسلامی حکومت قائم ہوگئی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی فکر سے ذہن انسانی کو مزین کیا کہ آپ کے تربیت یافتگان رضاء الٰہی کی خاطر ہمیشہ جان و مال قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ وطن کسے عزیز نہیں۔ لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہجرت کی اور ہجرت کی رات مکہ کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ حضور نے ہی یہ فکر عطا فرمائی کہ جس وطن پر متاع عزیز قربان کردی جاتی ہے ہم اس وطن کو بھی رضاء الٰہی جیسے بلند مقصد کے لئے سو بار قربان کرسکتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے آبائی وطن مکۃ المکرمہ کو الوداع کہہ دیا اور خویش و اقارب کے تعلقات کو پس پشت ڈال دیا۔ تو اگر ہم آخرت کی عالیشان زندگی چاہتے ہیں جہاں صرف بقا ہی بقا ہے اگر ہم جنت جیسی عظیم نعمت سے فیض یاب ہونا چاہتے ہیں تو صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم قرآن و حدیث کے فرمودات کے مطابق عمل کریں اور دوسروں کو بھی دعوت دیں۔

شام میں کیوں امن قائم نہیں ہو رہا ہے؟

مغربی ایشیا کا ایک اہم ملک شام ایک بار پھر دنیا کے حساس ترین اور جنگ زدہ ملک بنتا جارہا ہے۔ معمولی وقفہ کے بعد ایک بار پھر شام میں مختلف جنگجو گروپ اور غیر ملکی فوجیں برسر پیکار دکھائی دے رہی ہیں۔ شام جس کی سرحد ترکی سے ملتی ہے اور یہاں کے ہزاروں مہاجرین ترکی میں پناہ لئے ہوئے ہیں، ترکی کی بڑی فوج شام میں ہے اور ترکی شام کی سرحد سے اندر سرگرم کرد دہشت گردوں کے خلاف کارروائی کرتا رہتا ہے۔ پچھلے دنوں روس نے شام کے اندر موجودہ تصادم کو ختم کرنے کے لئے ایران، شام اور ترکی کے اعلیٰ افسران کے ساتھ بات چیت کرکے حالات کو معمول پر لانے کی کوشش کی تھی، مگر دو مرتبہ گفتگو کے بعد یہ مذاکرات آگے نہیں بڑھے۔ شام جو 2011 سے اندرونی خانہ جنگی اور پڑوسی ملکوں کی مداخلت سے میدان کارزار بنا ہوا ہے۔ قرب وجوار کے ممالک کی اندرونی خلفشار میں بھی اس ملک کو کھنڈر میں تبدیل کردیا ہے۔ شام کے صدر بشار الاسد اگرچہ اپنے منصب پر برقرار ہیں مگر پورا ملک جس انسانی بحران سے دوچار ہیں، وہ غیر معمولی ہیں۔ مغربی ایشیا میں پچھلے دنوں کشیدگی ختم کرنے کی چین کی کوششوں کے بعد سعودی عرب اور ایران میں تعلقات استوار ہوئے تو یہ امید بندھی کہ شاید اب ان ممالک میں جہاں ان دونوں بڑی طاقتوں کا ٹکراؤ ہے حالات میں بہتری آئے گی۔ مگر تازہ ترین صورتحال تشویش میں مبتلا کرنے والی ہے۔ علاقہ کے کئی ممالک مثلاً عراق، بحرین اور یمن میں صورتحال پہلے کے مقابلے میں بہتر ہے اور وہاں مختلف متحارب ممالک فریق جنگ بندی پر راضی ہوگئے ہیں۔ عراق میں موجودہ وزیر اعظم نے اس تصادم کو بڑی دانشمندی کے ساتھ کم کیا ہے مگر اس کے باوجود کشیدگی برقرار ہے۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ موجودہ صدر نے تمام فریقوں کو ساتھ لے کر تصادم کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح یمن میں بھی سعودی عرب، امریکہ اور ایران کے درمیان کافی حد تک خانہ جنگی کی صورتحال پر قابو پالیا گیا ہے۔ اگرچہ یمن میں مکمل طور پر جنگ بندی نہیں ہوپائی ہے اور امریکہ، سعودی عرب و مقامی طاقتوں کے ساتھ مل کر اس حد تک تو کامیاب ہوگئے ہیں کہ وہاں پر خانہ جنگی کا ماحول تقریباً ختم ہوگیا ہے، مگر شام کے اندر ترکی کی بڑھتی ہوئی سرگرمیاں اگرچہ اپنے ملک میں سرگرم کرد دہشت گردوں کے خلاف کارروائی کے نام پر ہورہی ہیں تشویشناک ہے۔

دوسری جانب شام میں امریکہ کی ایک بڑی فوج موجود ہے جو کرد باغیوں اور دیگر مقامی مسلح گروپوں اور طبقات کی مدد سے آئی ایس آئی ایس کی دہشت گردوں کے خلاف سرگرم ہے۔ اس دوران اسرائیل بھی اپنے اسلحہ کا تجربہ شام میں کرتا رہا ہے، پچھلے دنوں دمشق میں شام کے فوجیوں کے خلاف ہوائی کارروائی میں اسرائیل نے اپنے فوجی اہداف کو حاصل کرنے کی دعویٰ کیا تھا۔ بعض اوقات ایسا لگتا ہے کہ شام قرب وجوار کے ممالک دہشت گرد تنظیموں کا بازیچہ افعال بن گیا ہے۔ روس کے لڑاکے اگرچہ بشار الاسد کی حکومت کو بچانے میں کامیاب رہے ہیں مگر وہاں پر قیام امن کے امکانات مفقود ہوتے جارہے ہیں۔ پچھلے دنوں عرب لیگ نے شام کی شمولیت کے بعد یہ امید بندھی تھی کہ یہ ملک اپنی آپسی اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا اور اندرونی سطح پر افہام وتفہیم کا راستہ اختیار کرکے خانہ جنگی کو ختم کرسکے گا۔ اس بابت مصر، اردن، عمان وغیرہ نے بھی شام کے موجودہ حکمرانوں سے روابط شروع کئے تھے۔ بشار الاسد نے ریاض میں ہونے والی عرب لیگ کی کانفرنس میں شمولیت کی تھی اور ان کے کئی ملکوں کے لیڈروں کے ساتھ براہ راست بات چیت ہوئی تھی۔ بشار متحدہ عرب امارات کا دورہ کرچکے ہیں اور قرب وجوار کے ممالک کو یہ امید بندھی تھی کہ شام میں ماحول سازگار ہوگا تو خطہ میں امن بحال ہوگا۔ شاید وہ پچھلے دنوں چلنے والی خوشگوار ہواؤں کا فائدہ اٹھانے میں ناکام ہیں۔ کئی مبصرین یہ بھی سوال اٹھا رہے ہیں کہ کیا وہ حالات کو معمول پر لانے میں دلچسپی رکھتے بھی ہیں یا نہیں۔ (ماخوذ)

نعتِ نبی ﷺ

آپؐ کی جس کے دل میں اطاعت نہیں
روزِ محشر بھی اس کی شفاعت نہیں

دین میں اس کو بدعت سمجھ لیجیے
جس عمل میں کوئی بوئے سنت نہیں

خاتم الانبیاء ہیں ہمارے نبی ﷺ
آپ کے بعد کوئی نبوت نہیں

جس نے کی گفتگو آپؐ سے، کہہ اٹھا
یوں کسی کی زباں میں حلاوت نہیں

جو بھی راہِ نبی ﷺ سے ہوا منحرف
پھر وہ دونوں جہاں میں سلامت نہیں

خوش بیانی تھی ایسی نبی ﷺ پاک کی
شاعری میں بھی ویسی بلاغت نہیں

حسن میں آپ ﷺ کا کوئی ثانی کہاں
حسنِ یوسف میں بھی وہ ملاحت نہیں

جو بھی گستاخِ ناموسِ آقا ﷺ ہوا
اس کے حق میں کبھی بھی ہدایت نہیں

جامِ کوثر نہ تائب پیے گا کوئی
جب تلک ان کی نظرِ عنایت نہیں

کاوش محمد جہاں گیر تائب
باب نوروی ہارون نگر، پٹنہ، بہار

Scanned with CamScanner

مسلمانوں کے تئیں میڈیا کا رویہ اور اُس کا علاج

عارف عزیز بھوپال

انسان نے اپنے احساسات کی ترسیل کے لئے جو طریقے اپنائے ہیں، وقت کے ساتھ یہ بدلتے رہے ہیں، یہی عرفِ عام میں میڈیا ہے، جسے جمہوریت کا چوتھا ستون بھی قرار دیا جاتا ہے، میڈیا مثبت طریقے سے اپنی ذمہ داری نبھائے تو معاشرہ میں تعمیر وترقی اور حکمرانوں پر نگرانی کی راہ ہموار ہوتی ہے، اسی لئے میڈیا کو ایک نگراں کار (Wach Dog) مانا جاتا ہے، جس کے ذریعہ تفریح اور معلومات کی فراہمی کا کام انجام پاتا ہے۔ میڈیا نے آج ایسے طاقتور ہتھیار کی حیثیت حاصل کر لی ہے جو بغیر تلوار کے رائے عامہ بنانے، ذہنوں کو کنٹرول کرنے اور دلوں کو مسخر کرنے کا بیک وقت کام کرتا ہے، اہم واقعات کی رپورٹنگ بھی اس کا ایک پہلو ہے، جو صحافی کا حق نہیں، ذمہ داری ہے لیکن فی زمانہ یہ ذمہ داری دیانت داری کے ساتھ ادا نہیں ہو رہی ہے۔

دنیا میں آج قوموں، ملکوں، نسلوں اور مذہبوں کے درمیان مقابلہ کافی تیز ہو گیا، اس محاذ آرائی میں کامیابی کی امید وہی کر سکتے ہیں، جن کے پاس ذرائع ابلاغ ہوں، بدقسمتی سے ہندوستانی مسلمانوں نے میڈیا کی طاقت کا نہ صحیح اندازہ لگایا اور نہ اس سے خاطر خواہ کام لینے پر توجہ دی ہے، آج مسلم قوم کو یہ شکایت تو بہت ہے کہ ملک میں اُن کی آواز سنی نہیں جاتی، حکومت بھی اُن کے مسائل سے بے اعتنائی برتتی ہے لیکن سوا ارب انسانوں کے اس ملک میں مسلمانوں نے اپنی آواز دوسروں تک پہنچانے کے لئے کوئی کارگر نظم نہیں کیا ہے۔ پورے ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک بھی قومی سطح کا اخبار نہیں، نہ انگریزی، نہ ہندی، نہ علاقائی زبانوں میں ان کا ترجمان موجود ہے، جو صاحبِ ثروت یہ کام کر سکتے ہیں، میڈیا کی قدر قیمت سے وہ آگاہ نہیں، یہی وجہ ہے کہ مسلم مسائل کی بازگشت حکومت کے ایوانوں تک نہیں پہنچتی، اُردو کے اخبارات ضرور شائع ہوتے ہیں، جنہیں مسلمان ہی نکالتے اور وہی پڑھ لیتے ہیں، کیونکہ ایک خاص حکمت عملی کے تحت، آزاد ہندوستان میں اردو کی ترویج واشاعت مسدود ہو کر رہ گئی ہے۔

اِس کے برعکس دوسری زبانوں کے میڈیا کے اثر ورسوخ میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، لیکن اقلیتوں کے تئیں اُس کا رویہ مفاہمانہ نہیں ہے، نہ اقلیتوں کے بنیادی مسائل ہائی لائٹ کئے جاتے ہیں، اِس کے بجائے اقلیتوں کی شبیہ بگاڑنے کا کام ہو رہا ہے۔ آج کا پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا، اس نے ایک خاص ذہنیت کے عوام میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے اقلیتوں کے تعلق سے ''تِل کو تاڑ'' بنانے کا کام شروع کر رکھا ہے۔ بالخصوص دہشت گردی جیسے حساس معاملات میں وہ پوری مسلم قوم کو ملک کے سامنے مجرم بنا کر کھڑا دیتا ہے۔ لیکن مقدمات عدالتوں میں جاتے ہیں تو عدم ثبوت میں اکثر خارج ہو جاتے ہیں۔ میڈیا کا یہ رویہ صرف مسلمانوں کے لئے تشویشناک نہیں، ملک کی تعمیر وترقی اور استحکام کے لحاظ سے بھی نہایت مہلک ہے، قومی میڈیا کے اِس رویہ کے خلاف صرف بولنے یا احتجاج کرنے سے اِس کا علاج نہیں ہو سکتا۔ اِس مقصد سے مسلمانوں کے وسائل یافتہ افراد کو مل کر قومی سطح کا ایک انگریزی اخبار جاری کرنا چاہئے، اس کے ساتھ تعلیم وتربیت سے آراستہ نوجوانوں کا میڈیا کی طرف رجوع بھی ضروری ہے، جو ماس کمیونکیشن یا ماس میڈیا کے کورسیز کر کے اِس شعبے میں داخل ہو سکتے ہیں۔ مسلم قوم کے پاس سرِ دست جدید ذرائع ابلاغ کا نیٹ ورک تیار کرنے کی صلاحیت نہیں تو اِس میں اثر ونفوذ پانے کی فکر تو وہ کر سکتے ہیں، لیکن اس کے لئے اجتماعی غور وفکر، منصوبہ بندی اور اقدام لازم ہے۔

اِسی طرح عالمی میڈیا کا اسلام اور مسلمان کے خلاف منفی رویہ بھی ایک حقیقت ہے جو صیہونی اور صلیبی فکر کے حامل عناصر نہایت چابک دستی کے ساتھ اپنا رہے ہیں۔ یوروپ وامریکہ میں اِس کے اثرات مختلف صورتوں میں ظاہر ہو رہے ہیں، کبھی توہین آمیز خاکوں، کبھی نازیبا کتابچوں، کبھی اشتہارات، کبھی اخباری رپورٹوں کے ذریعہ یہ کام ہو رہا ہے، جس کے خلاف ردعمل ہونا تو فطری ہے لیکن اِس میں تشدد کے بجائے دلیل وشواہد اور مکالمہ کا وسیلہ اپنا کر مخالفوں کے منصوبوں کو ناکام بنایا جا سکتا ہے۔ آج ضرورت اِس کی ہے کہ ہر سطح کے ذرائع ابلاغ پر دسترس حاصل ہو، یا اس میں اثر ونفوذ کی بھرپور کوشش کی جائے، مسلمانوں کے پاس کوئی مؤثر میڈیا موجود نہیں ہے کہ وہ داخلی وخارجی امور میں عام لوگوں سے مخاطب ہو سکے، پھر بھی مغربی رائے عامہ کی مثبت ذہن سازی اور مسلمانوں کے خلاف اطلاعاتی حملوں کا مدلل جواب تو دیا جا سکتا ہے، یہ کام نوجوان اور علماء انجام دے سکتے ہیں اور اِس عمل سے اسلام اور مسلمانوں کی حقیقی تصویر جس حد تک ہو سکے دوسروں تک پہنچانے میں یقیناً مدد ملے گی۔

بقیہ یادوں کے چراغ

چنانچہ آپ کی تحریک پر بیگوسرائے کے دور دراز دیہی علاقوں میں میں بھی علم کی روشنی عام ہوئی.. اور مدرسہ بدر الاسلام ان کے دلوں کا دھڑکن بنا، بزرگ عالم دین ماہر اسمائے رجال حضرت مولانا سید محمد یحییٰ ندوی آپ کے بڑے مداح تھے، اس عاجز کے سامنے کئی مرتبہ یہ کہا کہ پورے ضلع کے لیے انھوں نے بہت کام کیا اور ہر علاقے میں آپ کا فیض عام ہوا۔

علمی قابلیت کے ساتھ آپ زبردست رعب وداب کے مالک تھے، لائسنس والا رائفل عام طور پر آپ کے پاس ہوتا تھا، ایک مخصوص بگھی تھی جس سے آپ دعوتی اسفار کیا کرتے تھے، کچہری مسجد میں جمعہ سے قبل بڑی اہمیت کے ساتھ خطاب فرماتے تھے، لوگ دور دراز سے آپ کا خطاب سننے کے لیے آیا کرتے تھے، حضرت مولانا ڈاکٹر محی الدین طالب صاحب مدظلہ خلیفہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں: کہ آپ کا خطاب کافی مؤثر، دلنشیں اور جامع ہوا کرتا تھا، خطبہ کے وقت سر پر عمامہ اور ہاتھ میں عصا ہوا کرتا تھا، آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی وجاہت سے نوازا تھا۔ عاجز راقم السطور نے بھی اپنے بچپنے میں حضرت کو دیکھا کہ جمعہ کے خطبہ میں الحمد للہ علی الذات عظیم الصفات سمی السمات کبیر الشان جلیل القدر الخ پڑھا کرتے تھے، حضرت کو میں نے دیکھا کہ سخت علالت، بینائی کی کمزوری اور لاغری کے باوجود مسجد جا کر نماز باجماعت کا اہتمام کیا کرتے تھے ۔اس عاجز کے لیے حضرت کا حکم تھا کہ ان کے دروازے پر سے انھیں لینا ہے اور مسجد پہنچانا ہے اور پھر مسجد سے ان کے دروازے پر پہنچانا ہے، چنانچہ میں اپنی سعادت مندی سمجھ کر اس خدمت کو انجام دیتا تھا، یہ بھی دیکھا کہ کمزور بینائی کے باوجود بڑے سائز کے قرآن کریم کی دیکھ کر بغیر چشمہ کے مستقل تلاوت کرتے تھے، اور فرماتے کہ دیکھ کر قرآن کریم کی تلاوت آنکھوں کی بینائی کے لیے بہت مفید ہے، میری آنکھوں میں جو بھی روشنی باقی رہ گئی ہے وہ تلاوت قرآن پاک کا فیض ہے، گاؤں میں آپ کا بڑا دبدبہ تھا، محلہ کی اصلاح کے لیے بھی فکرمند رہتے تھے۔

بیگوسرائے ودیگر علاقوں کے معروف علماء کی بڑی تعداد ہے، جنھیں حضرت مولانا محمد ادریس سے شرف تلمذ حاصل ہے، مولانا نفیل الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے مولانا ادریس صاحب سے علم الصیغہ پڑھی، کبھی ناغہ نہیں کرتے، اگر سفر سے ساڑھے بارہ بجے رات میں بھی آتے تو طلبہ کو جگا کر درس دیتے تھے، تاکہ ناغہ نہ ہو، سارے اساتذہ کرام ان کا بڑا احترام کرتے تھے، ان کے بڑے صاحبزادے مولانا قمر الہدیٰ صاحب قاسمی نے بھی کچھ دنوں تک پڑھایا اس وقت مولانا نظام الدین قاسمی پچمبیری بھی یہاں کے بڑے قابل استاذ تھے 1965 تک بدر الاسلام میں رہے، ادارہ چلانے کے لیے جو صلاحیت درکار ہیں ان سے بھرپور طور پر لیس تھے، کتابوں کا بڑا استحضار تھا، 1950 تک آپ مشہور تعلیمی ادارہ جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر میں تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے، وہاں آپ سے استفادہ کرنے والے طلبہ کی تعداد کثیر ہے، بعد ازاں مدرسہ بدر الاسلام بیگوسرائے تشریف آوری ہوئی ۔ درمیان میں مختصر میعاد کے لیے مدرسہ حسینیہ مانڈر میں بھی ذمہ دارانہ طور پر خدمات انجام دیں ..پھر مدرسہ بدر الاسلام واپسی ہوئی، صحت وتندرستی کے عالم میں آپ نے زیارت حرمین شریفین اور حج وعمرہ کی ادائیگی کا شرف حاصل کیا، عمر کے آخری مرحلے میں اپنے وطن نیما میں مقیم ہو کر طلبہ کی ایک بڑی تعداد کو فیضیاب فرماتے رہے، آپ چونکہ زمین دار خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے، آپ کے نانا مرحوم کے ذریعے بڑی قطعہ اراضی آپ کو ملی تھی، لہٰذا بہت سے طلبہ کی آپ کفالت بھی فرماتے تھے۔

آپ کی وفات 17 ستمبر 1992ء روز جمعرات بوقت دس بجے دن ہوئی ۔ آپ کی روح اس وقت پرواز کی جب آپ کا سر حضرت مولانا محمد شفیق عالم قاسمی (بانی وصدر جامعہ رشیدیہ جامع مسجد بیگوسرائے) کی گود میں تھا، آپ نے جنازہ پڑھانے کے لیے اپنے شاگرد اور بزرگ عالم دین حضرت مولانا شرف الدین صاحب کے نام کی وصیت کی تھی؛ لیکن جب مولانا شرف الدین کا وصال مولانا ادریس صاحب کی زندگی ہی میں ہو گیا تو آپ نے کافی افسوس کا اظہار کیا. آپ کی نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحب زادے مولانا قمر الھدی قاسمی نے پڑھائی ۔ مولانا قمر الہدی کے علاوہ آپ کے دو صاحب زدگان اور ہیں، جناب محمد عمر اور جناب مولانا محمد زبیر مبلغ خانقاہ رحمانی، آپ نے علوم قرآن وسنت کی ترویج واشاعت اور اصلاح خلق کے لیے جو عظیم کارنامے انجام دیے ہیں، انہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور ان کے انمٹ نقوش ہمیشہ بیگوسرائے کی سرزمین کو تابانی بخشتے رہیں گے. **اللهم اغفره وعافه وادخله جنت النعيم.**

امارت پبلک اسکول کے لیے

عربی، اردو، انگریزی اور حساب کے لئے تجربہ کار اور باصلاحیت اساتذہ کی ضرورت

حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ العالی کی ہدایت پر امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے اسکولوں میں عربی، اردو، انگریزی اور حساب پڑھانے کے لئے باصلاحیت اساتذہ کی ضرورت ہے جو عربی، اردو، انگریزی اور حساب پڑھانے پر دسترس رکھتے ہوں اور امارت شرعیہ کی فکر اور مزاج سے ہم آہنگ بھی ہوں۔ خواہش مند امیدوار اپنے ہاتھوں لکھی درخواست، بایو ڈاٹا، اسناد کی فوٹو کاپی اور موبائل نمبر کے ساتھ ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے پتہ پر 31/اگست 2023 تک ارسال کریں۔ ساتھ ہی درج ذیل ای میل ایڈریس پر بھی بھیج دیں۔ انٹرویو کی تاریخ سے بعد میں بذریعہ فون مطلع کیا جائے گا۔ منتخب امیدوار کو امارت شرعیہ کے ذریعہ چلنے والے اسکولوں میں سے کسی بھی اسکول میں بھیجا جا سکتا ہے۔

ڈاک کا پتہ: ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ، بہار۔801505

ای میل آئی ڈی: nazimimaratshariah@gmail.com

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی میموریل ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (ITI) ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف پٹنہ میں درج ذیل دوسالہ ٹریڈ کے سال 2023 میں داخلہ کے لئے میٹرک پاس طلبہ حسب ذیل نمبرات پر رابطہ کر سکتے ہیں: (۱) الیکٹرونکس (۲) فیٹر (۳) ڈرافٹسمین سول (۴) الیکٹریشین (۵) ریفریجریشن اینڈ ائیر کنڈیشننگ (۶) پلمبر (ایک سال)

رابطہ کے لئے نمبرات:

8825126782, 9835012335, 9304924575

Scanned with CamScanner

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

سی اے جی رپورٹ میں مرکز کے 7 گھوٹالے: اسٹالن

تمل ناڈو کے وزیراعلی ایم کے اسٹالن نے دعویٰ کیا کہ حال ہی میں جاری کی گئی سی اے جی رپورٹ میں وزیراعظم مودی حکومت کے سات گھوٹالے سامنے آئے ہیں، سی ایم اسٹالن نے وزیرداخلہ امت شاہ کو نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ سی وی سی کی رپورٹ کے مطابق زیادہ تر شکایات وزارت داخلہ کے افسران کے خلاف ہیں، بھارت مالا پروجیکٹ، دوارکا ریپڈ ٹرانزٹ پروجیکٹ، ٹول بوتھ کلیکشن، آیوشمان بھارت، ایودھیا ڈیولپمنٹ پروجیکٹ، رورل ڈیولپمنٹ پروجیکٹ اور ایچ اے ایل ایئرپلین مینوفیکچرنگ اسکیم۔ سی اے جی نے دعویٰ کیا ہے کہ تمام سات منصوبوں میں بدعنوانی شامل ہے۔ 'نیوز پورٹل 'اے بی پی' پر شائع خبر کے مطابق وزیراعلی اسٹالن نے کہا، ''ایک جعلی فون نمبر جو 9999999999 ہے آیوشمان بھارت اسکیم میں شامل کیا گیا تھا جس میں 5.7 لاکھ مستفیدین کو شامل کیا گیا تھا۔ اسکیم کے تحت 760,88 مریضوں کی موت ہوچکی ہے لیکن ان کی موت کے بعد بھی ان کے علاج کے لیے بیمہ کی رقم دی گئی۔ اسکیم میں نااہل خاندانوں کو شامل کر کے 44.22 کروڑ روپے کا گھوٹالہ کیا گیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ رہے ہیں لیکن سی اے جی کی رپورٹ یہی کہتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ دوارکا ریپڈ ہائی وے اسکیم کے تحت 1 کلومیٹر سڑک کو ہموار کرانے کی رقم 18 کروڑ روپے سے بڑھا کر 250 کروڑ روپے کردی گئی ہے۔ یہ تخمینہ لاگت سے 278 فیصد زیادہ ہے۔ اسٹالن نے کہا کہ ایودھیا ترقیاتی پروجیکٹ میں ٹھیکیداروں کو بہت سے غیرضروری فائدے دیے گئے۔ ملک بھر میں 609 ٹول گیٹ ہیں، جن میں سے سی اے جی نے صرف پانچ کی جانچ کی ہے، جہاں این ایچ اے آئی نے قواعد کے خلاف مسافروں سے 5132 کروڑ روپے وصول کیے ہیں، اس میں تمل ناڈو کا پرانور ٹول گیٹ بھی شامل ہے جہاں قواعد کے خلاف 5.6 کروڑ روپے جمع کیے گئے۔ اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پورے ملک کی جانچ میں کئی ہزار کروڑ کا گھوٹالہ سامنے آئے گا (ایجنسی)

بچہ کی پٹائی کا ویڈیو شیئر کرنے پر مقدمہ

مظفرنگر میں اسکول ٹیچر کے ذریعہ طالب علم کو اس کے ہم جماعتوں کے ذریعہ تھپڑ رسید کروانے سے متعلق ویڈیو ٹوئٹ کرنے کے معاملے میں الٹ نیوز کے شریک بانی وفیکٹ چیکر محمد زبیر کے خلاف پولیس نے بچے کی شناخت ظاہر کرنے کے الزام میں مقدمہ درج کیا ہے۔ ضلع کے منصور پور تھانہ میں درج کی گئی ایف آئی آر کے مطابق محمد زبیر پر الزام ہے کہ انہوں نے متاثر طالب علم کی پہچان اجاگر کی ہے جو کہ اطفال انصاف ایکٹ کے تحت بچے کی حق تلفی ہے۔ اس پاداش میں پولیس نے اطفال انصاف ایکٹ کے سیکشن 74 کے تحت مقدمہ درج کیا گیا ہے۔ قابل ذکر ہے کہ مظفرنگر کے تھانہ منصور پور علاقے کے پبلک اسکول میں پیش آئے واقعہ کی ویڈیو متعدد سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر وائرل ہوئی تھی (یو این آئی)

گیس سلنڈر کی قیمت میں کمی

مرکزی حکومت نے کافی دنوں کے بعد ایل پی جی سلنڈر کی قیمت میں 200 روپے کی کمی کا فیصلہ کیا ہے، یہ فیصلہ وزیراعظم کی صدارت میں منعقد کابینہ کی میٹنگ میں لیا گیا، فیصلے کے مطابق پردھان منتری اجولا یوجنا (پی ایم یو آئی) کے مستفیدین کو 200 روپے کا اضافی فائدہ ملے گا، انہیں پہلے سے ہی بطور سبسڈی 200 روپے کا فائدہ مل رہا تھا، اس طرح اب ان کے اکاؤنٹ میں بطور سبسڈی 400 روپے آئیں گے، ادھر گزشتہ تین سالوں میں دھیرے دھیرے ملک میں ایل پی جی سلنڈر کی قیمت دوگنی ہوگئی تھی، لوگ طویل عرصے سے گھریلو گیس سلنڈر کی قیمت میں ریلیف کا انتظار کررہے تھے۔ پہلے 14.2 کلوگرام کے سلنڈر کی قیمت دہلی میں 1103 روپے، کولکتہ میں 1129 روپے، ممبئی میں 1102.50 روپے، چنئی میں 1118.50 روپے اور پٹنہ میں 1201 روپے تھی، گزشتہ سال جولائی میں ایل پی جی سلنڈر کی قیمت میں 50 روپے کا اضافہ کیا گیا تھا، اس سے پہلے مئی میں بھی اس میں 50 روپے کا اضافہ کیا گیا تھا، یکم نومبر کو اس کی قیمت 594 روپے تھی، اسے 2 دسمبر 2020 کو بڑھا کر 644 روپے کردیا گیا، پھر 15 دسمبر 2020 کو یہ قیمت 694 روپے ہوگئی، فروری 2021 میں اس کی قیمت میں تین بار اضافہ کیا گیا تھا اور یہ 794 روپے ہوگئی تھی، اور اب یہ ایل پی جی سلنڈر عام آدمی کے لئے اتنا مہنگا لگنے لگا تھا کہ اس کا احساس خود حکمراں جماعت بی جے پی کے لیڈروں کو بھی ہونے لگا تھا، ساتھ ہی انھیں یہ ڈر بھی ستانے لگا تھا کہ مہنگا گیس سیلنڈر کہیں انھیں کے لئے ہی مہنگا ثابت نہ ہوجائے (ایجنسی)

جامع مسجد سمیت دہلی کی 123 اہم جائیدادیں واپسی کے لئے مرکز نے جاری کیا نوٹس

مرکزی حکومت کی شہری ترقی کی وزارت نے وقف بورڈ کی 123 جائیدادوں کو واپس لینے کا نوٹس جاری کیا ہے، دہلی کی مشہور جامع مسجد بھی ان جائیدادوں میں شامل ہے جنہیں واپس لیا جارہا ہے، سابق وزیراعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ کی حکومت کے دوران جامع مسجد وقف بورڈ کو دی گئی تھی، اب حکومت نے دہلی کی 123 اہم جائیدادوں کو واپس لینے کا نوٹس جاری کیا ہے، ان 123 مقامات میں مساجد، درگاہیں اور قبرستان شامل ہیں، زیر بحث جائیدادیں کبھی حکومت کی ملکیت تھیں؛ حالانکہ منموہن سنگھ حکومت کے دوران یہ جائیدادیں وقف بورڈ کو دے دی گئی تھیں، اب حکومت بورڈ سے کچھ اہم دستاویزات دکھانے کو کہہ رہی ہے، جس میں یہ بتایا جائے کہ وہ ان جائیدادوں کو اپنے پاس کیوں رکھیں، وقف بورڈ نے ہائی کورٹ سے مدد طلب کی؛ لیکن ہائی کورٹ نے انہیں وہ مدد نہیں دی جو وہ چاہتے تھے۔ (ایجنسی)

طب وصحت

لہسن کے عجیب و غریب فوائد

لہسن انسانی جسم میں موجود مدافعتی نظام کو مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق اس کا روزانہ استعمال موسمی بخار کے خطرات 63 فیصد تک کم کردیتا ہے۔ اس لیے اس سبزی کا باقاعدگی سے استعمال آپ کو بیماریوں سے بچائے گا جس سے آپ کی صحت برقرار رہے گی۔

گیس میں نہایت مفید: اگر آپ کو گیس کی شکایت ہے تو تین جو لہسن آپ نہار منہ استعمال کریں، ان شاء اللہ شفاء ہوگی، ذیابطیس sugar کو کنٹرول کرے، اگر آپ شکر کے مریض ہیں تو ترش انار دانہ اور لہسن، ادرک، پودینہ پچاس پچاس گرام ہم وزن لے کر چٹنی بنالیں اور صبح دوپہر، شام ایک ایک چمچ کھائیں ان شاء اللہ آپ کی شوگر نارمل رہے گی۔

دانتوں کے درد میں کمی: لہسن دانتوں کی تکلیف کم کرنے میں نہایت مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ چوں کہ یہ اینٹی بیکٹیریل خصوصیات کا حامل ہوتا ہے اس لیے یہ منہ میں دانتوں کے درد کا باعث بننے والے بیکٹیریا کی افزائش کو روکتا ہے۔ اس کا ایک ٹکڑا لے کر اس کو پیس لیں اور متاثرہ دانتوں یا مسوڑھوں پر رکھ لیں۔ اس کے علاوہ دانتوں کے درد کو کم کرنے کے لیے آپ اس کا تیل بھی استعمال کرسکتے ہیں۔

بلڈ پریشر میں کمی: اگر آپ ہائی بلڈ پریشر کا سامنا کررہے ہیں تو اس سبزی کو باقاعدگی سے اپنی غذا کا حصہ بنالیں۔ کیوں کہ یہ خون کی شریانوں کو سکڑنے سے روکتی ہے اور ان کا تناؤ بھی کم کرتی ہے۔ ہائی بلڈ پریشر کے ساتھ ساتھ سر میں درد کی علامات سے ہارٹ اٹیک اور فالج کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ روزانہ لہسن کے 4 ٹکڑے (جوے) استعمال کرنے سے بلڈ پریشر میں کمی آتی ہے جب کہ کولیسٹرول کی سطح بھی نارمل رہتی ہے جس کی وجہ سے دل کی بیماریوں اور فالج کے خطرات کم ہوجاتے ہیں۔

خارش سے نجات: یہ سبزی سوزش کو کم کرنے کی صلاحیت سے بھرپور ہوتی ہے اس لیے اچانک لاحق ہونے والی خارش سے نجات دلاتی ہے۔ اس کے تیل کو اگر خارش والی جلد پر لگایا جائے تو کچھ دیر بعد خارش ختم ہوجائے گی۔

نزلہ اور زکام سے بچاؤ: لہسن اینٹی آکسیڈنٹس سے بھی بھرپور ہوتا ہے اس لیے غذا میں اس کی شمولیت مدافعتی نظام کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ اگر آپ کو نزلہ یا زکام کا سامنا کرنا پڑ جائے تو اس کی چائے پی لیں۔ چائے بنانے کے لیے اس کو پیس کر کچھ دیر تک پانی میں ابالیں اور چھاننے کے بعد پی لیں۔ اس چائے کا ذائقہ بہتر بنانے کے لیے آپ اس میں ادرک یا شہد بھی شامل کرسکتے ہیں۔

یادداشت میں اضافہ: عمر بڑھنے کے ساتھ دماغ کی عمر بھی بڑھتی ہے جس سے جلد ڈھلکنے لگتی ہے اور یادداشت بھی کمزور ہوتی ہے۔ مگر یہ سبزی دماغ کو بڑھتی عمر کے اثرات سے بچاتی ہے اور درمیانی عمر میں اس کا استعمال الزائمر کے خطرات بھی کم کرتا ہے۔ مزید یہ کہ لہسن نوجوانوں کی دماغی کارکردگی میں اضافے کا سبب بھی بنتا ہے۔

کان کے انفیکشن کا علاج: کانوں کا انفیکشن ہونے کی صورت میں عام طور پر اینٹی بائیوٹکس ادویات استعمال کی جاتی ہیں لیکن یہ سبزی بھی خاص طور پر بچوں میں اس انفیکشن کے خلاف مؤثر ثابت ہوسکتی ہے۔ جو بچے چھوٹے ہوں ان کے لیے اس سبزی کو پیس کر تیل نکال لیں اور اسے معمولی گرم کرکے چند قطرے متاثرہ کان میں ٹپکائیں۔

اسٹیمنا میں اضافہ: اس سبزی کے استعمال سے مسلز اور دل زیادہ مؤثر طریقے سے افعال سرانجام دیتے ہیں۔ اگر آپ مختلف کھیلوں میں حصہ لیتے ہیں تو یہ آپ کی کارکردگی بڑھانے میں مدد کرے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ جسمانی تھکاوٹ کو بھی کم کرتی ہے جس سے لوگوں کو جسمانی مشقت میں مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

جلد کی حفاظت: اگر آپ کو جلد کی کسی بیماری کا سامنا کرنا پڑ جائے تو کھانے میں لہسن کی مقدار بڑھادیں۔ اس سبزی کے استعمال میں اضافے سے جسم میں زہریلے مادوں کی مقدار کم ہوگی جس سے جلد تروتازہ رہے گی۔ اس کے علاوہ اعصابی کمزوری میں بھی اس سبزی کا استعمال مفید ہوتا ہے۔

وزن میں کمی: لہسن سے بھرپور غذا چربی اور وزن میں کمی کا باعث بنتی ہے۔ اس لیے چربی اور بڑھے ہوئے وزن سے چھٹکارا پانے کے لیے اس سبزی کا روزانہ استعمال یقینی بنائیں۔

قبض کا خاتمہ: ہاضمہ کے ٹھیک طریقے سے کام نہ کرنے کی وجہ سے قبض جیسی علامات لاحق ہوسکتی ہیں۔ ان علامات سے چھٹکارا پانے کے لیے لہسن کا استعمال نہایت مفید ثابت ہوسکتا ہے۔

لہسن کی بُو کو کیسے دور کریں؟ لہسن استعمال کرنے کے بعد آپ ان طریقوں سے منہ کی بُو پر قابو پاسکتے ہیں۔ دودھ میں ایسے عناصر پائے جاتے ہیں جو بدبو پیدا کرنے والے مرکبات کو ختم کرتے ہیں۔ لہسن کے استعمال کے بعد اگر ایک گلاس دودھ پینے سے منہ کی بُو سے بچا جاسکتا ہے۔ لیموں میں جراثیم کو ختم کرنے کی صلاحیت کی ہوتی ہے اس لیے یہ بُو کا باعث بننے والے بیکٹیریا کو ختم کرتا ہے۔ لہسن استعمال کرنے کے بعد الائچی اور سونف چبانے سے بھی بُو میں کمی آئے گی۔ سیب میں موجود قدرتی ایسڈ لعاب کی پیداوار کو سرگرم کرتا ہے جس سے سانس تروتازہ رہتی ہے۔ پارسلے کے پتے بھی لہسن کے کھانے کے بعد پیدا ہونے والی بُو سے بچاتے ہیں، ایک یا دو پتے چبانے سے بُو سے بچا جاسکتا ہے۔ (حکیم محمد اسعد الہ آبادی)

Volume:63/73,Issue:33 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF, PATNA-801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

ہم نے سب کا کلام دیکھا ہے
ہے ادب شرط منہ نہ کھلوائیں

(الطاف حسین حالی)

ترقی کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے مابین سالمیت قائم رہے

سیف علی شاہ عدم بھرائچی ارریہ بہار

رب ذوالجلال نے کائنات کے نظام کو ایک ایسے منظم طریقے میں ڈھالا ہے جس کو سمجھنا ہم انسانوں کے بس کی بات نہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسان ترقی پر ترقی کرتا جارہا ہے۔ اے، آئی کا بول بالا ہے، ہر کوئی کچھ انمول کارنامہ انجام دینے کے فراق میں لگا ہوا ہے، ہر کسی کی یہ چاہت ہے کہ لوگوں کے مابین اس کا نام ہو، دور دور تک اس کی شہرت ہو اب چاہے وہ آدمی ہو یا کوئی ملک- کیونکہ ملک کی ترقی ایک ایسی ترقی ہے جس سے ملک کے تمام لوگوں کی عزت میں ایک حد تک اضافہ ہوتا ہے۔ آج ہر طرف سائنس کی لہریں اپنی ارتفاع پر ہے مگر ان تمام ترقیات کے ہونے سے چند اہم سوالات بھی اٹھتے ہیں مثلاً کیا یہ ترقی جسے ہم سائنس کے ذریعے حاصل کر رہے ہیں یہی اصل ترقی ہے؟ کیا اس سے انسانیت کا فائدہ ہے؟ کیا اس ترقی سے ہم اپنے مابین واقع ہونے والے مصائب کا حل ڈھونڈھ سکتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ پس اسکا جواب اس قدر آسان نہیں کہ ایک دو الفاظ میں بیان کردیا جائے۔

انسانوں کے مابین یہ کسی چیز کی جستجو اور کھوج کرنا، ایک فطری بات ہے جو آدم علیہ السلام کے وقت سے ہی دیکھا جاسکتا ہے جب انہیں اللہ رب العزت نے اس پیڑ کے قریب جانے سے منع فرمایا تو شیطان کے ذریعے انہیں پھسلایا گیا جس سے آدم علیہ السلام کے من میں اس پیڑ کو لیکر جستجو ہوئی اس کے متعلق مزید معلوم کرنے کا دل کیا اور پھر اس کے بعد جو ہوا اس سے ہم اور آپ واقف ہیں۔ اردو زبان کے مشہور شاعر الطاف حسین حالی جو کہ مرزا غالب کے شاگردوں میں شمار کئے جاتے ہیں ان کے شعر کا ایک مصرعہ ہے ''ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں؟'' جس کا مصداق سارا عالم ہے یعنی انسان اگر ایک چیز کو پالے تو پھر اس کے من میں اس سے بہتر تلاش کرنے کی آرزو جاگ اٹھتی ہے اور یہی ترقی کا سبب بنتا ہے جس کی بنا پر لوگ ایک سے ایک ایجاد اور اختراع کرتے ہیں جس سے زندگی کے کئی پہلو میں مدد حاصل ہوتی ہے۔

تقریباً سو سال پہلے ہی سے انسانوں کے دماغ میں دنیا کے اور دوسرے سیاروں کو لے کر بڑا رجحان دیکھا گیا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ترقی میں اور بھی اضافہ دیکھا جاسکتا ہے۔ دنیا کے عظیم ترین ممالک جیسے روس، چین، وغیرہ ان کاموں کے لئے صف اول میں شمار کیے جاتے ہیں۔ چونکہ آج انسانوں کی رہائش کے لیے اس دنیا کو ناکافی سمجھا جارہا ہے، اب سائنس دانوں کے ذریعے دنیا کے علاوہ اور سیاروں پر انسانی حیات کی بقا کی تلاش جاری ہے تبھی تو کئی ممالک نے چاند جیسے خوبصورت سیارے کو اپنا نشانہ بنایا جس کو بذریعے سائنس ممکن سے ممکن تر بنایا جارہا ہے۔ میں اس ترقی کے خلاف ہرگز نہیں ہوں کیونکہ علامہ اقبال کا ایک مصرعہ ''ترے آگے آسماں اور بھی ہیں'' اس بات کی قائل ہے کہ اللہ کی بنائی ہوئی اس کائنات میں صرف دنیا یعنی ارض ہی نہیں بلکہ ایسے ایسے کرشمائی مقامات موجود ہیں جو انسان کی نظر سے پرے ہیں اور یہ ممکن بھی نہیں ہے کہ جب کی تلاش مکمل کی جائے بلکہ اس ترقی سے کیا انسانیت کی ترقی ہے؟ کیا اس ترقی سے ہم لوگوں کے مابین ہونے والی پریشانیوں کو ختم کرسکتے ہیں؟۔

جب عالم کے بہت سارے ممالک اس میدان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں تو بھلا ہمارا عزیز ملک ہندوستان اس سے کیسے دور رہ سکتا ہے؟ کیسے ہمارا ملک اس کا تماشائی بنا رہ سکتا ہے۔ بس اس خیال نے ہندوستان کو دنیا کی نظر میں ہیرو بنادیا اور یہ ہمارے لیے ایک فخر کی بات ہے جس کا کوئی انکار نہیں، مشن منگل اور چندریان جیسے اہم کارناموں کو بھلایا نہیں جاسکتا کیونکہ یہ وہ کارنامے ہیں جن سے ہمارے ملک کو ایک حد تک شہریت وعزت حاصل ہوئی ہے۔ ہندوستان کی خلائی تنظیم اسرو (ISRO) کے ذریعے چندریان-٣ سے قبل ایسے ہی چندریان-١ اور چندریان-٢ بھی چلائے گئے تھے جس سے اس قدر فائدہ نہیں ہوا کیونکہ اس کی کامیابی میں کہیں نہ کہیں کوئی چوک ہوئی تھی جس کا ازالہ کے لئے اسرو کے ذریعے چندریان-٣ کو لایا گیا اور اس نے وہ کر دکھایا جو آج تک دنیا کے کسی ملک نے نہیں کیا۔ چندریان-٣ نے ہندوستان کو چاند کے ساؤتھ تک پہنچادیا جو کہ سارے ہندوستانیوں کے لیے قابل فخر ہے۔ اب جب چندریان-٣ میں ٦١٥ کروڑ کا خرچہ پیش آیا ہے تو یہ بھی ایک قابل غور بات ہے کہ کیا ان پیسوں کو چندریان میں لگانا زیادہ ضروری تھا یا ہندوستان کے لوگوں کی غربت وجہالت کو دور کرنے میں لگایا جاتا؟ کیا ایک بار چاند تک رسائی کرلینے سے ہندوستان سے غربت وناداری اور جہالت ولاعلمی ختم ہو جائے گی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ ہندوستان جہاں دن بدن غربت کی شرح میں ایک حد تک اضافہ دیکھنے کو مل رہا ہے۔ غور کرنے کی ایک اور بات ہے کہ غربت تو دنیا کے ہر ممالک میں ایک حد تک پائی ہی جاتی ہے الا ماشاءاللہ مگر جو غربت ہندوستان میں پائی جاتی ہے اس کا طریقہ کچھ الگ ہے یہاں جو حضرات امیر ہیں وہ روز بروز امیر تر ہوتے چلے جارہے ہیں اور جو لوگ غربت وناداری کے شکار ہیں وہ روز بروز غربت کے دلدل میں اور بھی گرتے جارہے ہیں مگر افسوس یہاں اس بات پر غور کرنے کیلئے کوئی نظر نہیں آتا بلکہ ہر کوئی اپنا اپنا دیکھنے میں لگا ہوا ہے۔

ہندوستان کی غربت کی بات کی جائے تو اس موضوع پر ایک الگ مضمون لکھنا کوئی کارِ مشکل نہیں کیونکہ یہ ایک بہت ہی الجھا ہوا مسئلہ ہے جس کا علاج آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی ممکن نظر نہیں آرہا ہے۔ ہندوستان ٣٠ فیصد آبادی ایک دم غریب ہے جس پر سب کا اتفاق ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ یہ ایک مسلم حقیقت ہے یاد رہے پچھلے چند سالوں میں ہندوستان نے بہت سے ایسے کارناموں کو انجام دیا ہے جس سے ترقی کی سیڑھیوں کو ایک حد تک ہموار بنایا گیا ہے مگر یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا ان ترقی بھرے کاموں سے ہمارے ملک کے غریبوں کا کوئی خاص فائدہ ہے؟ کیا اس ترقی سے ناداری کو کم کیا جاسکتا ہے؟ کیا ان ترقیوں سے ہم اپنے حالات بدل سکتے ہیں؟ کیا ان ترقیوں سے غریبوں کو کچھ حاصل ہے؟ جواب تو سیدھا سا ہے کہ ہرگز نہیں'' پھر یہاں ایک سوال اٹھتا ہے کہ کیوں ہمارے ملک کی سرکار کو اس بات کی کوئی فکر نہیں کہ ان ترقیوں سے زیادہ ضروری ہے کہ لوگ اپنی حالت سدھاریں اور جب وہ اپنی حالت سدھار لیں گے تو اس میں کوئی دورائے نہیں کہ ہم ترقی یافتہ ہوجائیں گے، آج ہمارے ملک میں جگہ جگہ فتنہ وفساد برپا ہے، ہر کوئی مذہب کے نام پر فرقہ وارانہ تشدد ہجومی بوال پیدا کرنے کی حتی الامکان کوشش کر رہا ہے، ہر کوئی پریشان حال ہے، ہر کوئی اس بات کا طالب ہے کہ اسے چین وسکون سے زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا جائے، ہر کوئی چاہتا ہے کہ اسے سالمیت نصیب ہو اور وہ بنا کسی روک ٹوک مشکلات کے اپنی زندگی میں مشغول ہوسکے جس سے اس کی زندگی بہتر سے بہتر بن سکے، نہ کہ مشکل سے مشکل ترین بن جائے، ملک کی ریاست ہریانہ اور منی پور میں کیا ہو رہا ہے اس سے کسی کو تو مانو جیسے کوئی غرض ہی نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں نہ ''جب تک خود پر نہ بیتے تکلیف ومصیبت کا اندازہ نہیں ہوتا ہے'' بس یہی وجہ ہے کہ کسی کو کوئی خاص پرواہ نہیں اس بات مگر حد تو اس وقت ہوگئی جب ان تمام واقعات کو نظر انداز کر کے لوگوں کے تمام توجہات کو اسرو کی جانب سے منعقد کردہ مشن چندریان-٣ کی جانب کھینچ لیا گیا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ اسرو(ISRO) کی جانب سے کوئی سازش ہے مگر بس شکوہ ہے گلہ ہے تو بس اس لئے، اب مودی یا گودی میڈیا ہر وقت صرف مشن کے کامیاب ہونے کی خبریں مسلسل موصول کر رہے ہیں، اب میڈیا یہ بتا رہی ہے کہ ہمارے وکرم لینڈر نے کون سی سیلفی فوٹو بھیجی، وکرم نے کون سی سیلفی ویڈیوں بھیجی وغیرہ وغیرہ...... یعنی یہ کہ اس چندریان سے اگر ایک طرف فائدہ حاصل ہوا ہے تو دوسری طرف اس سے چند نقصانات بھی سامنے آئے ہیں مگر اس سے کسی کو کوئی غرض نہیں۔ افسوس صد با افسوس۔

مشن چندریانا جسے اسرو(ISO) کی جانب سے ٢٠٠٨ء میں منعقد کیا گیا جس کی لاگت ٣٨٠ کروڑ، مشن چندریان-٢ اسرو (ISRO) کی جانب سے ٢٠٢٠ء میں مکمل ٩٧٠ کروڑ روپے کے ساتھ لانچ کیا گیا مگر افسوس اسے بھی مکمل کامیابی نہیں ملی، مکمل اس لئے کیونکہ اس مشن میں لینڈر کے ساتھ روور (Rove) بھی بھیجا گیا تھا جو کہ کامیاب رہا۔ اور پھر یہ مشن چندریان-٣ جس کی کل لاگت ٦١٥ کروڑ تھی یہ کامیاب رہی۔ یہ سارے ہندوستانیوں کے لئے ایک خوشی کی بات تو ہے مگر یہاں پر مقام فکر ہے کہ اگر کوئی اتنی بڑی ان چیزوں میں خرچ کرسکتا ہے تو کیا اس سے بھی بہتر یہ نہیں ہوتا کہ ان پیسوں کو کسی ایسے کام میں خرچ کیا جاتا جس سے ملک کے لوگوں کے حالات بدل جائیں، کیا ان پیسوں کو لوگوں کے مابین الگ الگ ذرائع سے تقسیم نہیں کیا جاسکتا تھا؟ کیا ان پیسوں سے نئے نئے جامعات نہیں کھولے جاسکتے تھے؟ ایسے بہت سارے سوالات ہیں جن کے جوابات بہت بڑی اہمیت کے حامل ہیں مگر افسوس کسی کو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس سے بھی بڑی بات اب تو ہمارے وزیر اعظم نریندر مودی نے سوریا یعنی سورج تک کی رسائی کی بھی پیشن گوئی کردی ہے جس سے عوام میں ایک نیا جوش وولولہ دیکھنے کو مل رہا ہے مگر کیا ہی اچھا ہوا ان پیسوں کو غربت وجہالت کے ازالے اور ملک کی معیشت کو بحال کرنے میں صرف کیا جائے مگر ہم کیا کرسکتے ہیں جن کو کرنا چاہئے وہ خود ہی ان باتوں کو مدنظر نہیں رکھتے بلکہ وہ تو لوگوں کے جذبات کے ساتھ کھلواڑ کر رہے ہیں اور لوگ اسے اپنی کامیابی سمجھ رہے ہیں۔

الغرض بات بس اتنی سی ہے کہ ترقی یہ نہیں ہے کہ ہم چاند پر گھر بنا کر رہنے لگ جائیں بلکہ ترقی یہ ہے کہ ہم اسی دنیا جہاں ہمیں رہنے کا موقعہ ملا ہے محبت وعزت کے ساتھ رہیں ترقی یہ نہیں ہے کہ ہم نئی نئی مشینوں کو ایجاد کریں بلکہ اصل ترقی یہ ہے کہ ہم جن مشینوں کو ہمارے آباء واجداد نے ایجاد کیا ہے ان سے دوسروں کو نقصان پہنچانے کے بجائے ان سے ہم آپس میں محبت والفت قائم کریں یعنی ترقی کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے مابین سالمیت قائم رہے ہم ایک دوسرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے رہیں اور زندگی کا گزارا آسان تر بنائیں۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ رابطہ اور واٹس اَپ نمبر 9576507798

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ (محمد اسعداللہ قاسمی منیجر نقیب)

WEEK ENDING- 28/08/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب — قیمت فی شمارہ -/8 روپے — ششماہی -/250 روپے — سالانہ -/400 روپے